

اللہ کے فضائل و برکات



تالین
مولانا محمد رفیع اللہ نقشبندی

پندرہ فرمودہ
شیخ الشیخ والحدیث حضرت مولانا غلام الدین صاحب دامت برکاتہم
فائل دارالعلوم دیوبند و آجیو اسٹائل خان

دارالافتاء

نوفمبر ۲۰۱۰ء ایسے بازار رتھہ کراچی پاکستان ۳۲۹۳۱۹۸

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

پابتمام : ذلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۱۹۸۰ء علمی کرائس
صفحات : 216 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حق الوبح کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر منوں فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی	ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ اتار کلی لاہور
بیت القرآن اردو بازار کراچی	بیت العلوم 20 ناٹھ روڈ لاہور
بیت الفکر مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک کراچی	مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
بیت الکتاب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی	پرنسپلٹی بک انجمنی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیات مین پور بازار فیصل آباد	مکتبہ اسلامیہ گلی اڈا۔ ایف۔ آباد
مکتبہ المعارف ملکہ جنگلی۔ پشاور	مکتبہ خاندان رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ رحیم پور بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE U.K.

AZHAR ACADEMY LTD.
54-58 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212 U.S.A.

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6663 MINTLIFE, HOUSTON,
TX-770174, U.S.A.

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
۱۴	☆ پسند فرمودہ
۱۵	☆ مقدمہ

پہلا باب

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی تفسیر و تشریح ۲۵

۲۶	☆ حکمت استعاذہ
۲۶	☆ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
۲۶	☆ استعاذہ کی شرعی حیثیت
۲۹	☆ استعاذہ کا معنی و مفہوم
۳۳	☆ الشیطان الرجیم کے معنوی اطلاقات
۳۳	☆ ۱۔ پہلا اطلاق۔ ابلیس (فرد خاص)
۳۶	☆ ۲۔ دوسرا اطلاق
۳۸	☆ ۱۔ پہلی صورت "وسوسہ اندازی"
۳۹	☆ ۲۔ دوسری صورت "جادو"
۳۹	☆ ۳۔ تیسری صورت "صد"
۴۰	☆ نظر شرکاثبوت
۴۳	☆ ۴۔ چوتھی صورت "جنات کا شر"
۴۵	☆ ارکان استعاذہ
۴۶	☆ بیت اٹلاء اور تعوذ
۴۶	☆ بدخواہی اور تعوذ

- ☆..... ۴۸..... غصہ اور تعوذ
- ☆..... ۵۰..... دخول مسجد اور تعوذ
- ☆..... ۵۱..... سفر اور تعوذ
- ☆..... ۵۲..... دشمن سے تعوذ
- ☆..... ۵۳..... زوالِ نعمت سے تعوذ
- ☆..... ۵۴..... برے اخلاق سے تعوذ
- ☆..... ۵۵..... بے نفع علم سے تعوذ
- ☆..... ۵۶..... متعدد تعوذات
- ☆..... ۵۸..... حضرت نوح علیہ السلام اور تعوذ
- ☆..... ۶۲..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعوذ
- ☆..... ۶۳..... حضرت یوسف علیہ السلام کا تعوذ
- ☆..... ۶۵..... والدہِ محترمہ کا تعوذ
- ☆..... ۶۷..... سیدہِ مریم کا تعوذ
- ☆..... ۶۸..... کفار کے مقابلے میں تعوذ
- ☆..... ۶۹..... امام الانبیاء ﷺ کو حکم
- ☆..... ۷۰..... استعاذہ اور تسمیہ کا باہمی تعلق

دوسرا باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر و تشریح..... ۷۳

- ☆..... ۷۴..... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر
- ☆..... ۷۴..... حدیث مذکورہ کا مطلب
- ☆..... ۷۵..... حدیث مذکورہ پر سوال
- ☆..... ۷۵..... جواب
- ☆..... ۷۵..... بسم اللہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انمول قول

- ☆..... ۷۶..... بسم اللہ میں انفرادی نکات
- ☆..... ۷۷..... مذکورہ آیت کی تشریح حدیث کی روشنی میں
- ☆..... ۷۹..... حدیث کی روشنی میں ایک واقعہ
- ☆..... ۸۰..... سینا پر بحث
- ☆..... ۸۰..... ایک واقعہ
- ☆..... ۸۲..... دوسرا واقعہ
- ☆..... ۸۲..... بسم اللہ کی میم پر بحث
- ☆..... ۸۲..... لفظ اللہ پر بحث
- ☆..... ۸۳..... لفظ اللہ قرآن میں
- ☆..... ۸۳..... لفظ الرحمن رحیم
- ☆..... ۸۳..... امین مہاس رضی اللہ عنہما کا قول
- ☆..... ۸۳..... طحاہ کا قول
- ☆..... ۸۳..... حضرت امین مبارک رحمہ اللہ کا قول
- ☆..... ۸۴..... بعض کا قول
- ☆..... ۸۶..... چرواہے کی اپنے رب سے داز و نیاز
- ☆..... ۸۷..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عتاب
- ☆..... ۸۹..... چرواہے کی دوش آنا اور آنکھیں کلانا
- ☆..... ۸۹..... موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ کی وحی
- ☆..... ۹۰..... ہماری شان
- ☆..... ۹۰..... ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں
- ☆..... ۹۱..... عشاق کی حالت
- ☆..... ۹۱..... چرواہے کی تلاش اور ملاقات
- ☆..... ۹۲..... چہا ہم ہاتھی

۹۳	☆.....بسم اللہ کے اجتماعی نکات
۹۳	☆.....بسم اللہ میں تین اسماء کے ذکر کرنے کی حکمت
۹۳	☆.....نکتہ ۱
۹۳	☆.....نکتہ ۲
۹۳	☆.....نکتہ ۳
۹۳	☆.....نکتہ ۴
۹۵	☆.....نکتہ ۵
۹۵	☆.....نکتہ ۶
۹۵	☆.....نکتہ ۷
۹۶	☆.....نکتہ ۸
۹۶	☆.....نکتہ ۹
۹۶	☆.....نکتہ ۱۰

تیسرا باب

فضائل و برکات بسم اللہ..... ۹۸

۹۹	☆.....آغاز بسم اللہ
۱۰۰	☆.....احرام بسم اللہ
۱۰۳	☆.....پکلی تحریر
۱۰۳	☆.....فرشتوں کا وظیفہ
۱۰۳	☆.....شیطان کا رونا
۱۰۷	☆.....حضرت آدم علیہ السلام اور بسم اللہ
۱۰۷	☆.....حضرت نوح علیہ السلام اور بسم اللہ
۱۰۹	☆.....کشتی نوح اور بسم اللہ
۱۱۲	☆.....حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بسم اللہ

- ☆..... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ..... ۱۱۴
- ☆..... حضرت سلیمان علیہ السلام اور بسم اللہ..... ۱۱۶
- ☆..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ..... ۱۲۰
- ☆..... فضائل بسم اللہ..... ۱۲۱
- ☆..... ناقص کام..... ۱۲۳
- ☆..... برکت ہی برکت..... ۱۲۴
- ☆..... چھتر ہزار نیکیاں..... ۱۲۶
- ☆..... نزول بسم اللہ کا تاریخی پس منظر..... ۱۲۸
- ☆..... بسم اللہ کے متعلق فرمان نبوی ﷺ..... ۱۳۰
- ☆..... بسم اللہ کے فوائد..... ۱۳۰
- ☆..... پہلا فائدہ..... ۱۳۰
- ☆..... دوسرا فائدہ..... ۱۳۱
- ☆..... تیسرا فائدہ..... ۱۳۱
- ☆..... بسم اللہ ہر زہر کا ترياق..... ۱۳۱
- ☆..... چوتھا فائدہ..... ۱۳۲
- ☆..... تمام بدن پاک ہو جاتا ہے..... ۱۳۲
- ☆..... پانچواں فائدہ..... ۱۳۲
- ☆..... کھانے میں شیطانی تصرف سے بچاؤ کا ذریعہ..... ۱۳۲
- ☆..... چھٹا فائدہ..... ۱۳۳
- ☆..... بسم اللہ سے بخشش..... ۱۳۳
- ☆..... ساتواں فائدہ..... ۱۳۳
- ☆..... بہشتی نہروں کا سرچشمہ اور نکت..... ۱۳۳
- ☆..... آٹھواں فائدہ..... ۱۳۵

- ☆..... عذاب الہی سے بچاؤ..... ۱۳۵
- ☆..... بسم اللہ..... مفتاح اُمّ الکتاب..... ۱۳۵
- ☆..... بسم اللہ اور تلاوت قرآن حکیم..... ۱۳۵
- ☆..... بسم اللہ اور استقبال عبادات..... ۱۳۶
- ☆..... بسم اللہ اور وضو..... ۱۳۶
- ☆..... دوسرے کا وضو کراتے وقت..... ۱۳۷
- ☆..... بسم اللہ اور (مسجد) میں داخلہ..... ۱۳۷
- ☆..... بسم اللہ (مسجد سے خروج)..... ۱۳۸
- ☆..... بسم اللہ اور حجر اسود کا بوسہ..... ۱۳۹
- ☆..... بسم اللہ اور قربانی..... ۱۳۹
- ☆..... بسم اللہ اور جہاد..... ۱۴۱
- ☆..... بسم اللہ اور امیر جمیش کو ہدایت..... ۱۴۱
- ☆..... بسم اللہ..... دسترخوان کا حق..... ۱۴۲
- ☆..... بسم اللہ اور شکار..... ۱۴۲
- ☆..... بسم اللہ اور طے یوح..... ۱۴۳
- ☆..... نبی اکرم ﷺ کا طے یوح کیا تھا؟..... ۱۴۳
- ☆..... بسم اللہ اور حقیقہ..... ۱۴۳
- ☆..... بسم اللہ اور دودھ دہنا..... ۱۴۳
- ☆..... بسم اللہ اور کھانا پکانا..... ۱۴۵
- ☆..... بسم اللہ اور کھانے کا آغاز..... ۱۴۶
- ☆..... کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھئے..... ۱۴۸
- ☆..... کھانے میں برکت کا باعث..... ۱۵۳
- ☆..... بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے..... ۱۵۳

- ☆ بسم اللہ..... معمولات کا محور..... ۱۵۵
- ☆ بسم اللہ..... قضائے حاجت کے وقت..... ۱۵۵
- ☆ بسم اللہ..... کپڑے اتارتے وقت..... ۱۵۶
- ☆ بسم اللہ..... بیوی کے پاس آتے وقت..... ۱۵۶
- ☆ بسم اللہ..... غنیمت کے وقت..... ۱۵۷
- ☆ بسم اللہ..... معاشرتی روابط کی جان..... ۱۵۸
- ☆ بسم اللہ..... گھر سے باہر نکلتے ہوئے..... ۱۵۹
- ☆ بسم اللہ گھر میں داخل ہوتے وقت..... ۱۶۱
- ☆ بسم اللہ بازار میں داخلے کے وقت..... ۱۶۱
- ☆ بسم اللہ سفر پر جاتے ہوئے..... ۱۶۳
- ☆ کشتی پر سوار ہونے کی دعا..... ۱۶۳
- ☆ اگر جانور مست و فلان رہ جائے..... ۱۶۳
- ☆ بسم اللہ دوسرے کے کام آتے ہوئے..... ۱۶۳
- ☆ بسم اللہ..... تحریر کا حسن..... ۱۶۵
- ☆ حبش کے بادشاہ کے نام..... ۱۶۷
- ☆ ہرقل شاہ روم کے نام..... ۱۶۷
- ☆ خسرو پرویز ایرانی کے نام..... ۱۶۷
- ☆ مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام..... ۱۶۷
- ☆ ہوزو بن علی شاہ یرامہ کے نام..... ۱۶۷
- ☆ حارث بن ابی شراحیم دمشقی کے نام..... ۱۶۷
- ☆ منذر بن ساوی کے نام..... ۱۶۸
- ☆ مسلمانہ کذاب کے نام..... ۱۶۸
- ☆ نامہ مبارک بنام خسرو پرویز کسری فارس..... ۱۶۸

- ☆.....بسم اللہ اور ستاویز است رسول اللہ ﷺ.....۱۶۹
- ☆.....خط کے شروع میں بسم اللہ لکھئے.....۱۷۰
- ☆.....بسم اللہ.....شفاء الابدان.....۱۷۴
- ☆.....ہر بیماری کی شفا کے لیے.....۱۷۷
- ☆.....ہر چیز کے نقصان سے بچاؤ کے لیے.....۱۷۷
- ☆.....نظر بد اور ہر بیماری سے بچاؤ کے لیے.....۱۷۸
- ☆.....درد سے شفا کے لیے.....۱۷۹
- ☆.....پھوڑے پھنسی کے لیے.....۱۷۹
- ☆.....متعدی بیماریوں سے بچاؤ کے لیے.....۱۸۰
- ☆.....بخار کے لیے.....۱۸۰
- ☆.....آنکھ میں درد یا تکلیف ہو.....۱۸۰
- ☆.....مگرتے وقت.....۱۸۰
- ☆.....زخم پہنچنے پر.....۱۸۱
- ☆.....بسم اللہ میت کو قبر میں اتارتے وقت.....۱۸۲
- ☆.....اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں سے یاد کرنا.....۱۸۲
- ☆.....عذاب سے چھٹکارے کا ذریعہ.....۱۸۳
- ☆.....بسم اللہ کی وجہ سے آخرت کے درجات.....۱۸۳
- ☆.....ایک حدیث قدسی.....۱۸۳
- ☆.....بسم اللہ قرب خداوندی کا ذریعہ.....۱۸۳
- ☆.....جنت کی چاروں نہروں سے سیرابی.....۱۸۳
- ☆.....برکاتِ تسمیہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں.....۱۸۶
- ☆.....سات انبیاء کو سات کلمات.....۱۸۷
- ☆.....برکات بسم اللہ.....۱۸۹

چوتھا باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم سے متعلق چند عجیب حکایات..... ۱۹۱

- ☆..... ۱۹۲ بسم اللہ کے بارے میں چند عجیب حکایات
- ☆..... ۱۹۲ بسم اللہ نکلنے کی برکت
- ☆..... ۱۹۳ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ
- ☆..... ۱۹۳ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ کا واقعہ
- ☆..... ۱۹۴ ایک قاضی کی مغفرت کا واقعہ
- ☆..... ۱۹۴ ایک یہودی کی لڑکی کا عجیب واقعہ
- ☆..... ۱۹۶ روم کے بادشاہ کا واقعہ
- ☆..... ۱۹۶ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واقعہ
- ☆..... ۱۹۶ فقیہ محمد زبانی کا واقعہ
- ☆..... ۹۷ ایک حکایت
- ☆..... ۱۹۸ دوسری حکایت
- ☆..... ۹۸ بسم اللہ کی برکت
- ☆..... ۱۹۹ سانپ کا زہر باطل ہو گیا
- ☆..... ۱۹۹ بڑے نے پھجوا دیا
- ☆..... ۲۰۰ اللہ کا نام میرے پیٹ میں ہے
- ☆..... ۲۰۰ بسم اللہ سے پرورش

پانچواں باب

بسم اللہ کے چند اہم وظائف اور بعض خواص مجربہ..... ۲۰۱

- ☆..... ۲۰۲ مشکل کام کو آسان کرنے کے لئے
- ☆..... ۲۰۲ اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے

- ☆ ہر آفت و مصیبت سے حفاظت ۲۰۲
- ☆ بسم اللہ کہنے کا نکتہ ۲۰۲
- ☆ زمین کھلنے (قوت حافظہ) کے لئے ۲۰۲
- ☆ محبت کے واسطے ۲۰۳
- ☆ اولاد کے زندہ رہنے کے لئے ۲۰۳
- ☆ کھیتی میں برکت اور حفاظت ۲۰۳
- ☆ ضروری کاموں کی تکمیل ۲۰۳
- ☆ سفر اور تجارت کی کامیابی کے لئے ۲۰۴
- ☆ سوزاک کے علاج کے لئے ۲۰۴
- ☆ ازالہ ہڈیاں کے لئے ۲۰۴
- ☆ چوری و شیطانی اثرات سے حفاظت ۲۰۵
- ☆ ظالم پر غلبہ پانے کے لئے ۲۰۵
- ☆ ظالم حکام کے شر سے بچنے کے لئے ۲۰۵
- ☆ جنات سے حفاظت ۲۰۵
- ☆ ساتوں اعضاء پر آگ حرام ہو جاتی ہے ۲۰۵
- ☆ رویت مند بننے کا نسخہ ۲۰۵
- ☆ سوجا جنس اور ضرورتیں پوری کر لے کا نسخہ ۲۰۶
- ☆ نیکیوں کا خزانہ ۲۰۶
- ☆ شخص مصیبت میں آسانی کے لئے ۲۰۶
- ☆ ہر مشکل اور ہر حاجت کے لئے ۲۰۶
- ☆ تسخیر قلوب ۲۰۷
- ☆ چوری اور شیطانی اثرات سے حفاظت ۲۰۷
- ☆ ظالم پر غلبہ ۲۰۷
- ☆ حکام کے لئے ۲۰۷

چھٹا باب

احکام و مسائل بسم اللہ ۲۰۸

- ☆ مسئلہ ۲۰۹.....
- ☆ مسئلہ ۲۰۹.....
- ☆ مسئلہ ۲۰۹.....
- ☆ مسئلہ ۲۰۹.....
- ☆ مسئلہ ۲۰۹.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۰.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۰.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۰.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۰.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ مسئلہ ۲۱۱.....
- ☆ کیا ۸۶۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا بدل ہو سکتا ہے؟ ۲۱۲.....

پسند فرمودہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب دامت برکاتہم
فاضل دارالعلوم دیوبند، ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان

حاملاً مصلیٰ

حضرت مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کی تالیف کردہ کتاب
”بسم اللہ کے فضائل اور برکات“

کو پڑھا، اپنی وسعت کے مطابق خوب پرکھا، یہ ایک حقیقت ہے بلکہ امام
کائنات رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

کل امر ذی ہال لم یبدء بسم اللہ فهو القطع

یعنی: جو کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جاوے وہ بے برکت ہے۔

اور قرآن مجید میں الزمہم کلمۃ التقویٰ کی تفسیر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ
نے یہی فرمائی ہے کہ کلمۃ تقویٰ سے مراد بسم اللہ ہے گویا اللہ نے تمام مسلمانوں کو اس کا
پابند بنا دیا ہے۔ اگر ہر فرد بسم اللہ کی حقیقت کو جان لے تو معاشرے سے بدی کے
جراثیم خود بخود ختم ہو جائیں گے، بہر حال یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے بہترین تحفہ
ہے، نہایت محبت اور لگن سے تحریر کی گئی ہے، دائمی کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس
کتاب کا ہر مکلف کے پاس ہونا لازمی ہے، یہ کتاب ظاہری اور باطنی خوبیوں سے
مالا مال ہے اس کتاب میں بسم اللہ سے استفادہ کا ڈھنگ لکھا گیا ہے جس سے
حصول مقصد آسان ہو جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اس کی تالیف کی طباعت میں کوشش
کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے اور جس نے انتخاب کیا اس کی عمر میں
برکت دے۔ اور مزید اس قسم کی دین کی خدمت سرانجام دینے کی توفیق دے۔ آمین

علاؤ الدین

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام ایک آسان اور سہل شریعت لے کر آیا ہے، اس میں محنت کم اور مزدوری زیادہ، عمل مختصر اور ثواب عظیم کے عجیب و غریب پہلو ہیں، اس کی نماز و عبادت بھی مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں، ہر گھر ہر زمین پر ہو جاتی ہے، وہ عبادت کے لئے ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ ایسے کیمیاوی نسخے بتلاتا ہے جس سے دنیا کے کام بھی دین بن جائیں، دنیوی مشاغل میں رہتے ہوئے ایک آدمی ذکر شغل و اصل بحق ہو جائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی اور عملی تعلیمات نے انسان کی ہر نقل و حرکت اور ہر وقت اور ہر مقام کے لیے ذکر اللہ اور دعاؤں کے ایسے مختصر مختصر جملے سکھا دیئے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے نہ کسی دنیوی کام میں غفل آتا ہے، اور نہ پڑھنے والے پر کوئی محنت پڑتی ہے، اور وہ اس ادنیٰ سے عمل سے ہمہ وقت ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ہے، اس پر مزید یہ کہ ان اذکار میں دین و دنیا کی بھلائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا سکھائی گئی ہے جس کے نتیجہ میں دینی اور دنیوی ہر طرح کی بھلائی کے دروازے کھلتے نظر آتے ہیں۔

اسلام کی تعلیمات دین اسلام کی حقانیت کی ایک مستقل دلیل بھی ہیں، کیونکہ دین و مذہب کا حاصل ہی یہ ہے کہ بندہ کو معبود سے مخلوق کو خالق سے وابستہ کر دے، اسلام کی ان تعلیمات نے انسان کے ہر قول و فعل اور نقل و حرکت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی یاد میں مشغول کر دیا ہے، اور وہ بھی ایسے انداز میں کہ کام کرنے والے کو خبر بھی نہ ہو کہ وہ کوئی کام دین کا کر رہا ہے، اور خود بخود اس کو دین کی فلاح حاصل ہو جائے، دین اسلام کی ان تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے ہر کام اور ہر نقل و حرکت کو بسم اللہ سے شروع کرو۔

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ایک ایسا مختصر جملہ ہے کہ پڑھنے میں نہ

کوئی محنت مشقت ہے، نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے، مگر اس کے آثار و برکات نہایت دور رس اور عظیم الشان دینی اور دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

مؤمن جب کھانے سے پہلے بسم اللہ کہتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ حقیقت اس کے سامنے مختصر ہے کہ یہ کھانے کا لقمہ جو اس نے اٹھایا ہے اس کی تخلیق میں اس کا بہت کم دخل ہے، پورے آسمان و زمین اور اس کے سیاروں اور فضائی قوتوں نے مہینوں اس میں کام کیا ہے جب ایک دانہ زمین کے اندر سے درخت کے روپ میں نکلا ہے، پھر لاکھوں جانوروں اور انسانوں نے اس کی حفاظت و تربیت کی خدمت انجام دی، یہاں تک کہ وہ کھانے کے قابل لقمہ بنا ہے، یہ سب کچھ کسی مخفی قدرت کے کارنامے ہیں، انسان کی مجال نہیں کہ ان سب قوتوں سے کام لے سکے۔

اسی طرح جب پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کی حقیقت اس کے سامنے ہے، کہ کس طرح قادر مطلق نے اس کو سمندر سے بخار بنا کر اڑایا پھر بادل بنا کر بجایا اور پھر کس طرح اس فضائی مشین نے اس ٹمکین پانی کو پیٹھے پانی میں تبدیل کر دیا، اور پھر بظہر ضرورت پانی کو برسا کر کھیتوں، درختوں کو سیراب کیا، تالابوں اور پانی کے حوضوں کو وقتی طور پر استعمال کرنے کے لئے بھر دیا، اور اس کے بہت بڑے ذخیرے کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایک عجیب قسم کے دائرہ کس بنا کر رکھ دیا ہے، جس میں نہ ٹنگی بنانے کی ضرورت ہے نہ اُس ٹنگی میں پانی سڑنے اور خراب ہونے کا کوئی اندیشہ ہے، نہ اُس میں دوائیں ڈالنے کی ضرورت ہے، بلکہ برف کی شکل میں ایک عرصہ پھاڑوں کے اوپر لا دیا، جس میں سے بس بس کر تھوڑا تھوڑا پانی پہاڑوں کی رگوں میں جاتا اور وہاں سے زمین کے نیچے نیچے پوری دنیا کے ہر خطہ میں ایک عجیب قسم کی پائپ لائن کے ذریعہ پہنچتا ہے جس میں لوہے کے خراب اثرات شامل ہونے کے بجائے زمین کے وہ جواہرات گندھک وغیرہ شامل ہوتے ہیں، جو پانی کی خرابیوں کو دور کر کے نہایت صاف ستھرا آبِ ضرر کر کے ہر جگہ سے ذرا سا گڑھا کھود کر نکالا جاسکتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق کو متحضر کرنے کے لئے توڑا اور عملاً اس کی تعلیم دی کہ کھانے اور پینے سے پہلے ”بسم اللہ“ کہو اور فارغ ہو کر ”الحمد للہ“ کہو، یعنی جس قدرت نے اس کھانے اور شراب کو حیرت انگیز کارنامہ کے ساتھ تم تک پہنچایا ہے اس کا شکر ادا کرو۔

اسی طرح سواری پر سوار ہوتے وقت جب مومن ”بسم اللہ“ کہتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہے کہ نہ سواری میری تخلیق کا نتیجہ ہے نہ اس پر قابو پانا اور کاموں کے لئے دھوپ چھاؤں، تر اور خشک زمین پر اس کو دوڑانا میرے بس کی بات ہے، یہ سب کچھ کسی قدرت کاملہ کے کارنامے ہیں، جس نے اپنی پیدا کی ہوئی ان چیزوں کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے، ذرا غور کرو کہ گھوڑا جس کے منہ میں لگام ڈال کر آپ اس کی پیٹھ پر سوار ہونا چاہتے ہیں کیا آپ کی طاقت اس کی طاقت سے زائد ہے؟ کہ آپ اس پر سواری گانٹھ لیں، اور وہ آپ کو ڈھا کر آپ پر سوار نہ ہو سکے، آپ لگام اس کے منہ کے سامنے کر رہے ہیں کہ وہ منہ کھول دے، لگام لگا کر آپ اس کو جہاں چاہیں دوڑاتے پھریں، ذرا عقل و ہوش سے کام لو تو حقیقت کھل جائے کہ یہ سب مالک و خالق کی تسخیر ہے جس نے اس کو آپ کے سامنے ایک فرمانبردار نوکر بنا کر کھڑا کر دیا ہے، قرآن کریم کے ارشاد وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ○ کا بھی مطلب ہے۔

آج نئی دنیا کی نئی سواریوں میں سوار ہونے والے عقلاء شاید یہ سمجھیں کہ یہ تو حیوانی سواریوں کے لئے احکام ہیں، موٹر، جہاز وغیرہ تو ہمارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں، یہ تو ہماری ہی چیزیں ہیں، اس میں بسم اللہ اور الحمد للہ کا کیا دخل ہے؟ لیکن کوئی ذرا بھی عقل سے کام لے تو اس سائنس زدہ مغرور انسان سے پوچھے کہ تیری سواریوں میں لگا ہوا لوہا، لکڑی، ایلیموئم یا دوسری دھاتیں جن سے اُن کا اہانچہ تیار ہوا ہے ان میں سے کس چیز کو تو نے پیدا کیا ہے، یا تیرے بس میں ہے کہ اس کو پیدا کر سکے؟ پھر ڈھانچہ کو حرکت میں لانے والی الیکٹرک یا اسٹیم جن چیزوں سے

پیدا ہوئی کیا وہ چیزیں تیری بنائی ہوئی ہیں؟ یا اُن کا بنانا تیرے بس میں ہے؟ تو آنکھ کھل جائے گی، اور معلوم ہوگا کہ اپنی قدرت و اختیار کے سارے دعوے خالص فریب ہی فریب تھا، ان سوار یوں میں بھی جو چیزیں کام کر رہی ہیں اُن کی پیدا کرنے والی قدرت وہی ایک ذاتِ حق ہے، اس لئے اُن کا استعمال اُسی کے نام سے شروع ہونا چاہئے اور اسی کے شکر پر ختم ہونا چاہئے۔

اسی طرح بیت الخلاء میں جانے سے پہلے ”بسم اللہ“ کہنا یہ تعلیم دیتا ہے کہ کھانسی ہوئی غذا کو جزو بدن بنانا اور فضلات کو خارج کر دینا یہ دونوں کام انسان کے بس میں نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت و قدرت سے یہ سب کام انجام پاتے ہیں، وضو کے شروع میں ”بسم اللہ“ کہنے کی بڑی تاکید آئی ہے، بعض ائمہ کے نزدیک تو بغیر بسم اللہ کے وضو ہوتا ہی نہیں، اور نماز کی تو ہر رکعت بسم اللہ سے شروع کی جاتی ہے، قرآن کریم کی ابتداء بسم اللہ سے ہوئی ہے، درمنثور میں بحوالہ دارقطنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام جب بھی میرے پاس وحی لے کر آتے تو پہلے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھتے تھے۔

اسی طرح اسلامی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنی نقل و حرکت اور ہر کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھے، اللہ کے نام پر شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، جو عین اُن کاموں کے استعمال کے وقت بھی اس کو ایک عارف و ذاکر بنادے گی اور اس کے بعد بھی ہزاروں برکات و ثمرات لائے گی، گویا ”بسم اللہ“ ایک کیسیا ہے جو خاک کو سونا بنا دیتی ہے۔

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَيْءٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللَّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ

”یعنی جو معتد بہ کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت

ہے۔“

قرآن کریم میں اَلْزَّمُّهُمْ تَحْلِفَةَ التَّقْوٰی کی تفسیر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے کہ ”کلمۃ تقویٰ“ سے مراد بسم اللہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام مسلمانوں کو اس کا پابند بنادیا ہے۔

(از رسالہ قنطروہ، مولانا لکھنوی)

انسان اپنے آغازِ کار کے وقت بسم اللہ کہہ کر درحقیقت اللہ سے استعانت طلب کرتا ہے۔ اپنے کام میں نیکی کی خوشبو، خیر کی مانگ، راہنمائی کا نور، تکمیل کے اسباب اور بعد از تکمیل اس کے پائیدار وجود کی مانگ کرتا ہے۔ یوں انسان کا مجوزہ کام ہر بصر خیر بن جاتا ہے۔ اگر ہر فرد بسم اللہ کی اس دعائیہ حقیقت کو جان لے تو معاشرے سے بدی کے جرائم خود بخود ختم ہو جائیں اور اچھائیوں کی فصیح جاں فزا فکر و عمل کو معطر کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز ہمیں لمحہ فکریہ بھی مہیا کرتا ہے کہ ہم جس کام کا افتتاح بسم اللہ سے کر رہے ہیں وہ خود معروف (اچھائی اور نیکی) کی ذیل میں بھی آتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ کی مدد صرف اچھے کام پر نصیب ہوتی ہے۔

☆..... اللہ! وہ نام مقدس جو انسانی تعلیم کو اپنے رب کے تعارف سے خیر یاب کرنے والا ہے۔

الْمَرْءُ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (سورۃ العلق)

”اے رسول (ﷺ) آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس سے پیدا کیا۔“

☆..... اللہ! وہ نام مقدس جو اسلامِ حنیٰ کا مالک ہے۔

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی

(الحشر: ۲۷)

”وہ اللہ برحق خالق، باری، مصور ہے، اس کے اچھے اچھے نام

ہیں۔“

☆.....اللہ: وہ نام مقدس جس کا ہم صفت، ہم سر کوئی نہیں۔

فَاغْبِذْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۖ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مريم: ۶۵)

”سو اس کی عبادت کر، اسی کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم نام جانتا ہے؟“

☆.....اللہ: وہ نام مقدس جو صاحب برکت صاحب جلال والا کرام ہے۔

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. (الرحمن: ۷۸)

”یو ابا برکت ہے نام آپ کے رب کا جو عظمت والا، احسان والا ہے۔“

☆.....اللہ: وہ نام مقدس جو رب اعلیٰ کے نام سے اپنی تسبیح کو معنون کرتا ہے۔

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى. (سورة الاعلى)

”تسبیح کیجئے اپنے بلند رب کے نام کی۔“

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الواقعه: ۷۷، ۹۶ الحاقہ: ۵۲)

”پس تسبیح کیجئے اپنے رب عظیم کے نام کی۔“

☆.....اللہ: وہ نام مقدس جس کا ذکر رُفیعِ طلوعِ شمس سے لے کر غروبِ شمس پر محیط ہر پل میں لازمی ہے۔

وَإِذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (الدھر: ۲۵)

”اپنے رب کا صبح و شام نام لیا کیجئے۔“

☆.....اللہ: وہ نام مقدس ہے جس کا استحقاق ہے کہ اسے مکمل یکسوئی اور کامل توجہ کے ساتھ ادا کیا جائے:

وَإِذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا. (سورة مزمل: ۸)

”اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع (سوچ)

کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔“

☆.....اللہ: وہ نام مقدس جس کا ذکر صلوٰۃ جیسے عظیم عمل پر مشتمل ہے۔

قَدْ اَخْلَعَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى

(الاعلیٰ: ۱۴-۱۵)

”پامراد ہوا وہ جو (عقائد و اخلاق میں) پاک ہوا اور اپنے رب کا نام لیتا اور صلوٰۃ ادا کرتا رہا۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جس کی شانِ رفعت کا تذکرہ مساجد کی زینت و تکریم ہے۔

لِي يَبُوءَ اَذِنَ اللّٰهِ اَنْ تَرْفَعَ وَيُذَكِّرَ فِيْهَا اسْمُهُ لَا يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْعُدُوِّ وَالْاَصَالِ (النور: ۳۶)

”وہ ایسے گھروں میں عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس ہے جس کے ذکر سے جو رو کے وہ رسوائی اور خزیان کا نقص ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسْجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذَكَّرَ فِيْهَا اسْمُهُ (البقرة: ۱۱۷)

”اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کیا جانے سے روکے۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس ہے جو انسانی رابطوں میں نظریہ اولین کی عظمت کا حامل ہے۔

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَا تَعْلَمُوْا عَلٰی وَاَتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ. (النمل: ۳۰)

”وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلے آؤ۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جس سے الحاد کا ارتکاب کرنے والوں سے قطع تعلق فرض ہے۔

وَاللّٰهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيْ أَسْمَائِهِ ۖ (الاعراف: ۱۸۰)

”اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں میں اللہ ہی کو پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جس کے نام ہمارے سفید حیات و نجات کا آغاز سفر بھی ہے اور انتہائے قرار بھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمَنْعَهَا اِنْ رَتَبْتَ لِقُفُوْرٍ وَجِئْتُمْ (ہود: ۷۱)

”اس کا چلنا اور ٹھہرنا بسم اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالحق میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جو کلام رب ذوالجلال کی ہر سورۃ کا افتتاح ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جو مذکور جانور کو کھانے کے قابل بناتا ہے۔

فَكُلُوْا مِنْهَا ذِكْرَ اسْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۱۸)

”کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جو آلات شکار پر لیا جائے، تو ذبیحہم پر حلال ہو جاتا ہے۔

فَكُلُوْا مِنْهَا اَمْسِكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (المائدہ: ۷)

”تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لیے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔“

”تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لیے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جس سے منسوب قربانی کے جانور کا قتل ذبح اخلاص فی الدین ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّذِكْرِهِمْ ۖ اسْمُ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ. (الحج: ۳۷)

”اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے۔“

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ. (الحج: ۳۶)

سو تم ان پر کھڑے کر کے اللہ کے نام لیا کرو۔
يَسْهَلُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي الْأَيَّامِ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج: ۳۸)

”تاکہ اپنے دینی و دنیوی مفاد کے لیے آموچہ ہوں اور تاکہ ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں۔“

☆..... اللہ: وہ نام مقدس جس کے ذکر سے جو مذبح جانور محروم رہے تو وہ حلال ہونے کے باوجود حرام قرار پاتا ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ

(الانعام: ۱۲۱)

”اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام فسق ہے۔“

بے شک اللہ بے مثل، بے سیم، لاشریک ہستی ہے۔ اس کے اسم بے مثال کے معانی متعین کرنے میں تمام صاحب لغت متردد ہیں جو معانی اپنی انگلی سے انہوں نے متعین کرنے کی کوشش کی ہے، ان پر انہیں خود اعتماد نہیں۔ اعتماد ہو بھی تو کیسے؟

جیسے اس کی صفت **هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝** ہے۔ اسی طرح وہ خود کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی مشتق۔

”شرح اسمائے حسنی“ میں لفظ اللہ کے تحت مولانا سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

لفظ اللہ کی ترکیب لفظی پر غور کریں تو اس کی امتیازی شان نظر آتی ہے جو کسی بھی اسم کو حاصل نہیں۔

مختصر یہ کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت مشقت ہے نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے مگر اس کے آثار و برکات نہایت دور رس اور عظیم الشان دینی اور دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

بندۂ ناچیز و عاصی نے اپنی اس کتاب بنام ”بسم اللہ کے فضائل اور برکات“ میں اس مبارک کلمہ بسم اللہ کے انوارات و برکات دنیوی و اُزوی میں اور اس کے فضائل و برکات کو لکھنے کی ایک ادنیٰ سعی کی کوشش کی ہے۔ دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کی تمام کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اس کوشش کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور جملہ مؤمنین و مؤمنات کو اس کتاب سے کما حقہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین ثم آمین

شفاعت امام الانبیاء ﷺ کا محتاج

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

5/11/09

پہلا باب

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

کی

تفسیر و تشریح

حکمت استعاذہ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

تفسیر تسمیہ کا آغاز حکمت استعاذہ سے کیا جا رہا ہے۔ ہر چند کہ استعاذہ بسم اللہ کا حصہ نہیں ہے لیکن چونکہ تلاوت قرآن سے پہلے اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ تفسیر تسمیہ کے ضمن میں پہلے اس کی حکمت واضح کر دی جائے کہ استعاذہ سے مراد کیا ہے؟ اور اسے تلاوت قرآن سے پہلے پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

ان الفاظ کو اصطلاح شرع میں ”تعوذ“ یا ”استعاذہ“ کہا جاتا ہے۔ یہ جملہ اپنی ترکیب اور ہیئت لفظی کے اعتبار سے قرآن مجید کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس کے پڑھنے کا حکم ایک قرآنی آیت سے ماخوذ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

(النحل: ۹۸)

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کی دوسرے

اندازوں) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

استعاذہ کی شرعی حیثیت

جمہور علماء کے نزدیک نماز کے علاوہ تلاوت قرآن سے پہلے استعاذہ مستحب ہے۔ امام خازن رحمہ اللہ نے اسے سنت لکھا ہے، بلکہ بعض کے نزدیک قرآنی حکم ”فاستعذ“ اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے یہی منقول ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ اسقاط وجوب کے لئے عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ کا تعوذ کافی سمجھتے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ قرآنی امر اس کی فریضت اور وجوب

کے لئے نہیں بلکہ ندب اور استحباب کے لئے وارد ہوا ہے۔ اس کا ترک شرعاً گناہ نہیں ہے۔ بخاری، سنن اربعہ اور مسند امام احمد میں نماز، تلاوت اور اس کے علاوہ بھی تعوذ کا معمول آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

بعض علماء جن میں ابن سیرین رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، داؤد ظاہری رحمہ اللہ وغیرہم شامل ہیں، نے تذکرہ بالا آیت کے ظاہر عبارت سے یہ استنباط کیا ہے کہ استعاذہ کا حکم تلاوت کے بعد کے لئے ہے۔ یہ قول مدہب بخاری سے مطابقت نہیں رکھتا۔ دراصل اس آیت کی ترکیب لفظی درج ذیل آیت کے مماثل ہے۔ جس میں نماز سے پہلے وضو کا حکم صادر کیا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے۔

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى

الْمَرَافِقِ (المائدہ: ۶:۱۰۰)

جب (تمہارا) نماز کے لئے کھڑے (ہونے کا ارادہ) ہو تو (وضو کے لئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ۔

اگر یہاں بھی صرف ظاہر عبارت کا مفہوم لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ "جب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو اپنا متہ دھوؤ" حالانکہ وضو قیامِ صلاۃ کے بعد نہیں بلکہ پہلے شرط ہے۔ چنانچہ اس امر کے پیش نظر تمام مفسرین بالاتفاق "إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ" کا معنی "اذا اردتم القيام" (جب تم قیام کا ارادہ کرو) کرتے ہیں۔ یہی اصول "آیت استعاذہ" میں بھی کارفرما ہے۔ لہذا "إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ" کا معنی "اذا اردت القراءة" (جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے) ہوگا۔ احادیث نبوی ﷺ کے ذریعے بھی یہی مفہوم متعین ہوتا ہے۔ چنانچہ محض ظاہر عبارت سے اس قول کا استدلال درست نہیں ہے۔ بنا بریں استعاذہ تلاوت سے قبل ہی مستحب ہے نہ کہ بعد میں۔

تعوذ کے لئے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ اور امام ضعیف

رحمہ اللہ نے ”اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم“ (مسند احمد بن حنبل، ۴: ۵۰۰-۵۰۱) کے الفاظ پسند کئے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے صرف ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ کے الفاظ کو ہی معتبر قرار دیا ہے۔ دونوں اقوال میں کوئی تضاد یا تناقض ہرگز نہیں۔ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے درست ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ایک مقام پر اس طرح مذکور ہے:

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (حم السجده، ۴۱: ۳۶)

اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

ان دو آیات کے علاوہ بھی قرآن حکیم میں کئی مقامات پر استعاذہ کی تلقین کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا نَزَعْنٰكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ لَنُزِعَنَّ ۝ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اے انسان! اگر شیطان کی طرف سے کوئی دوسرہ (ان امور کے خلاف) ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۝ (الملئنون، ۲۳: ۹۸، ۹۷)

اور تم کہو کہ اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیاطین کے دوسروں سے۔ اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

امام احمد بن حنبل، طبرانی، ابن ماجہ اور مسند ابی یعلیٰ میں آنحضرت ﷺ سے تعوذ کے الفاظ اس طرح منقول ہیں۔

اللهم انی اعوذ بک من الشیطان الرجیم وھمزہ
ونفخہ ونفشہ (ابن ماجہ، کتاب، ۱: ۲۶۶، اقامہ الصلوٰۃ
مسند احمد بن حنبل، ۱: ۴۰۴، المستدرک للحکم، ۱: ۲۰۷،
رقم: ۷۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۲: ۳۶، صحیح ابن
خزیمہ، ۱: ۲۴۰، رقم: ۴۷۷، المعجم الکبیر، ۲: ۱۳۴، رقم:
۱۰۶۸، المصنف عبد الرزاق، ۲: ۸۳، رقم: ۲۵۷۲)
اے اللہ! میں شیطان سے اس کی سرکشی اور اس کے وسوسوں
سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

استعاذہ کا معنی و مفہوم

استعاذہ کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے تین الفاظ کے معانی پر غور کرنا ضروری ہے۔

اعوذ، الشیطان، اور الرجیم

(۱) اعوذ۔ عاذ یعوذ سے حکم کا صیغہ ہے۔ یہ ”عوذ“ سے مشتق ہے۔ جس
کا معنی کسی سے التجا کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے ”عاذ فلان بفلان“ (فلاں نے
فلاں سے التجا کی) مثلی کہتا ہے:

یا من الود بہ فیما او ملہ

و من اعوذ بہ ممن احاذرہ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ استعاذہ کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

ھی الالتجاء الی اللہ تعالیٰ والالتصاق بجنابہ من شر

کل ذی شر (تفسیر ابن کثیر، ۱: ۱۵)

استعاذہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے اور ہر صاحب شر کے شر سے

پناہ حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ سے وابستہ و منسلک

ہو جانے کو کہتے ہیں۔

امام راجب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

العوذ، اللاتجاء الی الخیر والتعلق بہ، (المفردات: ۳۵۲)

عوذ، کسی دوسرے سے التجاء کرنے اور اس سے منسلک رہنے کو کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ استعاذہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے دو چیزوں پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے "التجاء واستدعا" اور اس کے دامن رحمت سے "تعلق و وابستگی"۔ کسی

سے التجاء واستدعا کے بعد وابستگی اس ذات سے رشتہ امید جوڑ لینے کو ہی کہتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ التجاء واستدعا ہمیشہ کسی نہ کسی غرض اور مقصد کے لئے ہوتی ہے۔

جب کوئی مستعد کسی شخص سے اپنی التجاء بیان کر لیتا ہے تو اس کے بعد وہی صورتیں

باقی رہ سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اپنی التجاء کے مقصد و مدعا کے پورا

ہونے کی امید قائم رہے اور کامیابی ہو، دوسری یہ کہ ناکامی، ہو یعنی اس ذات سے

آرزو کے پورا ہونے کی امید باقی نہ رہے۔ پہلی صورت میں ملتی کا تعلق باقی الیہ سے

قائم و دائم رہتا ہے۔ کیونکہ تکمیل مدعا کی امید رشتے کو بحال رکھتی ہے اور دوسری

صورت میں جب کہ ملتی کی کوئی امید باقی نہ رہے اور تکمیل مدعا کی آرزو پوری نہ

ہو سکے تو وہ تعلق جو التجاء واستدعا سے قائم ہوا تھا، ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ التجاء کے بعد

تعلق و وابستگی کا قائم رہنا تکمیل آرزو کی امید کی دلیل ہے۔ لہذا تعوذ یا استعاذہ التجاء

اور امید تکمیل دونوں کا نام ہے۔ کیونکہ تعوذ "ذات حق سے پناہ مانگنا اور پناہ مل جانے

کی کامل امید رکھنا دونوں کو شامل ہے" اس لئے لفظ عوذ کی معنوی وسعت پکار پکار کر

بندگان خدا سے کہہ رہی ہے کہ ہر فتنہ و شر سے پناہ کی التجاء اللہ تعالیٰ سے کرو اور پھر اس

کے دامن رحمت سے پر امید ہو کر وابستہ رہو، تمہیں ہر حال میں پناہ مل کر رہے گی۔

کیونکہ سوال و عطا دونوں کا مرجع و مرکز رب ذوالجلال ہے۔ "اعوذ" میں بارگاہ

صمدیت کی کس قدر عظمت پنہاں ہے۔ آپ جتنے انہماک سے اس لفظ کی معنوی

وسعت میں گم ہوں گے۔ بارگاہ الوہیت کے لطف و انعام کے اتنے ہی نظارے

نصیب ہوں گے۔

(۲) الشیطان: دوسرا لفظ ”الشیطان“ ہے جس کے مادے کے بارے میں دو قول ہیں۔

ایک یہ لفظ ”شیطان“ شطن سے مشتق ہے اور دوسرا یہ ”شاط“ سے مشتق ہے۔ دونوں قول درج ذیل ہیں:

(۱) امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الشیطان النون فیہ اصلیۃ وهو من شطن ای: تبعاد

(المفردات: ۲۶۱)

لفظ شیطان میں نون اصل یہ ہے اور وہ شطن سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں وہ دور ہوا۔

نعت عرب میں کہا جاتا ہے عُرْبَةُ شَطَوْنَ (دور کی مسافری) امیہ بن ابی الصلت، نابغہ ذہانی اور سیبویہ نے یہ مادہ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں: شیطن فلان (کہ فلاں نے شیطانی فعل کیا) حاتم بن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں صحیح یہی ہے کہ شیطان ”بُعد“ کا معنی رکھتا ہے اور اسی پر کلام عرب کی بھی دلالت ہے:

(۲) امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے دوسرا قول بھی بیان کیا ہے۔

قیل بل النون فیہ زائدۃ من شاط یشطی احترق اضضاء
فالشیطان مخلوق من النار کما دل علیہ (وَتَخْلُقُ
الْجَانَّ مِنْ مَّا وَجَّعَ مِنْ نَارٍ). (المفردات: ۲۶۱)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ شیطان میں نون زائدہ ہے اور یہ شاط
یشط سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ”غصے میں جلنا“ ہے کیونکہ
شیطان آگ کی مخلوق ہے۔ جیسا کہ اس پر یہ آیت دلالت کرتی
ہے (اور جنات کو پیدا فرمایا آگ کے شعلے سے)

اس معنی کے لحاظ سے شیطان حسد، بغض، عناد سے عبارت ہے۔ خلاصہ کلام

یہ ہوا کہ پہلے مادہ اشتقاق کی بناء پر شیطان رحمت حق اور نیکی سے دوری پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے مادہ اشتقاق کی بناء پر شیطان غصہ و خسد، بغض و عناد اور تکبر و نخوت کی آگ پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) الرجم: تیسرا لفظ ”الرجم“ ہے جس کا مادہ رجم ہے۔ الرجم پتھر کو کہا جاتا ہے۔ بنا بریں الرجم۔ الرمی بالوجام (پتھر سے مارنا) کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جس پر پتھراؤ کیا گیا ہو اسے ”مرجوم“ کہتے ہیں۔ قرآن میں مذکور ہے کہ قوم نوح نے تبلیغ حق کا انکار کرتے ہوئے کہا۔
قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَفَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ○

(الشعراء، ۶۶: ۱۱۶)

وہ بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔
اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ. (الملك، ۶۷: ۵)

اور بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

”الرجم“ دراصل فعیل کے وزن پر مفعول ہے جو ”مرجوم“ یعنی مطرود عن الخیر (خیر اور نیکی سے بھگایا ہوا یا محروم کیا ہوا) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ”الرجم“ کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل کے طور پر راجع کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی وجہ لکھتے ہیں:

لأنه يرجم الناس بالوساوس. (تفسیر ابن کثیر، ۱: ۱۶۶)

کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہے:

الَّذِي يُوسِّسُ فِي ضُلُوبِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ

وَالنَّاسِ ۝ (الفلس، ۱۱۱: ۶۰)

جو لوگوں کے دلوں میں دوسرہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ (دوسرہ انداز

شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

لہذا الرجیم کے دونوں معنی میں خیر اور نیکی سے دور بھاگایا ہوا اور "دوسرہ

اندازی کرنے والا" قرآن ہی سے ماخوذ ہیں۔

الشیطان الرجیم کے معنوی اطلاقات

یہ امر متفق علیہ ہے کہ استعاذہ یا تحوذ "شیطان رجیم" سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے اور اس پناہ کے مل جانے کی امید کا نام ہے۔ اب یہ پہلو غور طلب ہے کہ "الشیطان الرجیم" کا معنوی اطلاق کس شے پر ہوتا ہے۔ پہلے کی گئی لغوی معنی و مفہوم کی بحث سے کافی حد تک اس لفظ کے اصطلاحی اطلاقات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہاں "الشیطان الرجیم" کے تین اطلاقات ہیں۔ جن کی تائید و تصدیق قرآن و حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ پہلا اطلاق۔ ابلیس (فرد خاص)

"الشیطان الرجیم" کا پہلا اور معروف اطلاق ایک مخصوص فرد پر ہوتا ہے۔ جس کا تعلق گروہ جنات سے ہے اور اس کا نام "ابلیس" ہے اسی کو عرف عام میں "شیطان" کہتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار آیا ہے۔ غالباً سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ "سورۃ الاعراف" میں ہے جو آیت ۱۱ سے ۳۰ تک محیط ہے۔ ابلیس کے شیطان قرار پانے کی وجہ قرآن خود بیان کرتا ہے۔

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط
لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ آلَا تَسْجُدُ إِذْ
أَمَرْتُكَ ط قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ

مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاقْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا

فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝ (الاعراف، ۱۶: ۱۷)

پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ ارشاد ہوا (اے ابلیس) تجھے کس بات نے روکا تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا۔ جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا ہے۔ ارشاد ہوا پس تو یہاں سے اتر جا تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یہاں تکبر کرے۔ پس میری بارگاہ سے نکل جا بے شک تو ذلیل و خوار لوگوں میں سے ہے۔

اس سے آگے پھر ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْذُومًا وَمَا تَذْخُورًا ۝ (الاعراف، ۱۷: ۱۸)

(اے ابلیس) تو ذلیل و مردود ہو کر نکل جا۔

سورۃ الحجر میں اسی واقعے پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ

نے تخلیق آدم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ

سَاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا

إِبْلِيسَ ۖ أَبَىٰ أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا إِبْلِيسُ

مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ لَمْ أَكُنْ لَأَسْجُدَ

لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ قَالَ

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ

يَوْمِ الدِّينِ ۝ (الحجر، ۲۹: ۳۵)

پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لایچکوں اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔
 یہیں سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔
 (اللہ نے) ارشاد فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ (ابلیس نے) کہا میں ہرگز ایسا نہیں (ہو سکتا) کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سن رسیدہ (اور) سیاہ بود، بجتنے والے گارے سے تخلیق کیا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا تو یہاں سے نکل جا پس بے شک تو مردود (رانہ درگاہ) ہے۔
 اور بے شک تجھ پر روز جزا تک لعنت (پڑتی) رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت و نبوت سے سرفراز کر کے ان کی فضیلت و عظمت کا سر عام اعتراف کرنے کے لئے سجدہ و تعظیم کا حکم صادر فرمایا جسے تمام ملائکہ نے بلا تامل تسلیم کر لیا۔ لیکن ابلیس عظمت آدم کے سامنے سر بسجود ہونے لئے تیار نہ ہوا۔ بلکہ اس نے اپنے انکار کا یہ جواز پیش کیا کہ میں آدم سے افضل ہوں۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ الحجر کے دونوں مقامات پر یہ صراحت سے مذکور ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنا موازنہ کرتے ہوئے ان کی فضیلت سے انکار کر دیا۔ جس پر وہ غضب الہی کا مستحق قرار پایا۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ ایک بشر جس کی تشکیل مٹی کے گارے سے ہوئی ہے مجھ سے کیونکر افضل ہو سکتا ہے۔ بارگاہ الوہیت میں یہی دلیل اس کے ملعون ہونے کا باعث بنی۔ حالانکہ بشریت آدم اور اس کی تشکیل کا ذکر کم و بیش اسی انداز میں اللہ تعالیٰ نے پہلے خود ہی فرمادیا تھا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ مِّنْ بَشَرٍ مِّنْ صَلٰۤصٰلٍ

مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوۡنٍ ۝ (الحجر، ۲۸:۱۵)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں، بھتی مٹی سے جو یودار سیاہ گارے سے ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کی تخلیق کا ذکر اس انداز میں کرنا محض اظہار مقصود کے لئے تھا۔ اس میں تنقیص نہ تھی جب کہ ابلیس بشریت آدم کا ذکر صرف انکار فضیلت آدم کی دلیل کے طور پر کر رہا تھا اور اس کا نقطہ بجائے اعتراف عظمت کے حضرت آدم کے ساتھ اپنا موازنہ تھا۔ یہ پہلو تنقیص نبوت کی طرف راجع تھا اور اس کی یہی سوج حکم الہی سے انحراف کی بنیاد تھی۔ جس پر اسے ابد الابد تک کے لئے رحمت الہیہ سے دور، قرب ایزدی سے محروم اور بارگاہ ربوبیت سے طعون کر دیا گیا اور قرآنی ارشاد کے مطابق وہ ”شیطان رجیم“ کا مصداق اتم قرار پا کر ہمیشہ کے لئے لعنت کا مستحق قرار پایا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ”الشیطان“ اور ”الرجیم“ کے القاب سے یاد کیا۔ کیونکہ لفظ شیطان اپنے ایک معنی کے اعتبار سے دوری پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ابلیس کو اس نام سے موسوم کیا گیا کہ وہ تمہیں نبوت اور حکم الہی سے تہر و انحراف کا وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بارگاہ عافیت سے دور کر دیا گیا ہے اور یہ لفظ اپنے دوبرے معنی کے اعتبار سے حسد و عداوت کی آگ میں جلنے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ابلیس کو شیطان کہا گیا ہے کیونکہ وہ عظمت و فضیلت آدم اور منصب نبوت کی رفعت و سطوت دیکھ کر حسد و عداوت کی آگ میں جل اٹھا۔ یہاں تک کہ باری تعالیٰ کے حکم سے بھی کھلی بغاوت پر تل گیا۔ چنانچہ یہ دونوں الفاظ ابلیس کے لئے قرآن حکیم میں متفرق طور پر بھی اور اکٹھے بھی استعمال ہوئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ (التکویر، ۸۱: ۲۰)

اور قرآن شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا اطلاق

”الشیطان الرجیم“ کا دوسرا اطلاق نوع انسانی اور جنات کے ان تمام

الہام پر ہوتا ہے جو اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے شیقت کے مظاہر ہیں۔ شیقت اپنے اپنے مہم کے لحاظ سے متعدد اقسام، بغض و عناد، فتنہ و شر اور وسوسہ اندازی کی تمام صورتوں کو محیط ہے۔ اس لئے وہ تمام افراد جو ایسے خصائل ذمید سے متصف ہو کر کلاہق خدا کو مصائب و آلام، فتنہ و شر اور وسوسہ و تفرقہ کی آگ میں بھونکتے پھرتے ہوں، ان کے شر سے پناہ مانگی جائے۔ قرآن حکیم جنات اور انسانوں دونوں طبقات میں سے ایسے افراد کو "شیطان" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عِزًّا شَيْطٰنُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُؤْجِبْنِیْ بِغَضَبِهِمْ اِلٰی تَعْصِیْ رُحُوْفِ الْقَوْلِ غَرُوْرًا

(الانعام، ۱۱۲:۶۰)

اور اسی طرح ہم نے نبی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن بنا دیا جو ایک دوسرے کے دل میں طمع کی ہوئی (چکنی چیز) باتیں (وسوسہ کے طور پر) دھوکہ دینے کے لئے ڈالتے رہتے ہیں۔

اسی طرح قرآن کفر و طاغوت کے ان علمبرداروں کو بھی شیطان کہتا ہے جو ہم وقت اہل ایمان کے انحراف و اضلال میں مصروف رہتے ہیں۔

ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیْطٰنِهِمْ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ لَا اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤْنَ (البقرہ، ۱۰:۱۱۵)

اور جب (وہ منافق) اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، ہم (مسلمانوں کا تو) محض مذاق اڑاتے ہیں۔

دوسرے اطلاق کے اعتبار سے "شیطان" متعدد افراد کا لقب ہے۔ جو ہر

وقت انسانوں کو حق و صواب اور امن و آشتی سے محروم کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے اس منصوبے کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُؤْخَذُونَ إِلَىٰ أُولَٰئِهِمْ لِيُجَادِلُوهُمْ

(الانعام، ۶: ۱۲۱)

اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے)

ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

شیطانی شرکی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) پہلی صورت ”وسوسہ اندازی“

پہلی صورت دل میں کوئی خیال یا وسوسہ ڈال کر کسی غلط کام کے لئے اکسانا ہے۔ جھوٹی افواہیں بھی اس قبیل سے ہیں اسی سے افراد کے درمیان غلط فہمیاں، عداوتیں اور نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ اس کا ذکر قرآن میں یوں آتا ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ. (الاعراف، ۷: ۲۰)

پھر شیطان نے دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

اسی طرح سورۃ الناس میں فرمایا گیا ہے:

مِنْ بَشَرٍ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الْبَدِئُ يُوسُوسُ فَيُضِلُّ

النَّاسَ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (الناس، ۱: ۱-۴)

وسوسہ انداز (شیطان) کے شر سے جو (اللہ کے ذکر کے اثر

سے) پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں

میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں

سے ہو یا انسانوں میں سے۔

ہمارے معاشرے میں اس کی عملی مثال کسی کے خلاف شراغینز اور بے بنیاد

پرہیزگندہ کرنا ہے جو کئی لوگ اپنے مذہب و مقاصد کے لئے اکثر کرتے رہتے ہیں۔

(۲) دوسری صورت ”جادو“

دوسری صورت جادو کے شرکی ہے۔ یہ بھی شیاطین کا کام ہے۔ اسے اسلام نے کفر سے تعبیر کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

من اتي ساحرا او كاهنا او عرافا فصدقه بما يقول فقد

كفر بما النزل على محمد ﷺ (السنن الکبریٰ ۸: ۳۶۷)

جو شخص کسی جادوگر یا قسمت کا حال بتانے والے کے پاس گیا۔

اور اس نے اس بات کو سچ جانا جو کچھ اس نے کہا پس اس نے

حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی ہدایت سے کفر کیا۔

اس لئے قرآن نے جادو کے شر سے بھی پناہ مانگنے کا حکم صادر فرمایا ہے:

وَمِنَ الشَّيْطَانِ فِي الْعُقَيْدِ (العلق ۱۱۳: ۱۱۴)

اور گرہوں میں پھونک مارنے والی جادو گرہوں اور (جادو گرہوں)

کے شر سے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر تکلیف اور مصیبت کو جادو یا جنات کے اثرات

کی طرف منسوب کر دیا جائے، ایسا خیال جہالت کے باعث ذہنوں میں آتا ہے۔

(۳) تیسری صورت ”حسد“

تیسری صورت رشک اور حسن کے شرکی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمِنَ الشَّيْطَانِ إِذَا حَسَدَ (العلق ۱۱۳: ۱۱۴)

اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

حسد کا شر دو صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ حاسد کسی کو بہتر حالت میں

دیکھ کر جل اٹھے اور اسے نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ بھی فرو گذاشت نہ کرے۔

چنانچہ اس شر انگیز کوشش جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے اس سے پناہ طلب کی

جائے۔ دوسری یہ کہ رشک و حسد بذات خود ایک ایسی آگ ہے جو غیر حسی اور غیر مرنی

ہوتی ہے۔ لیکن اس کی شرانگیزی سے دوسرے شخص کو بغیر کسی غاہری کوشش کے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسی کو عرفہ عام میں نظر بد کہتے ہیں۔ بعض لوگ اسے وہم سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ یہ فی الواقع اپنا اثر رکھتی ہے اور اسی کو شیطانی شر قرار دیتے ہوئے قرآن اس سے پناہ مانگنے کی تلقین کرتا ہے۔ جس طرح جادو بغیر مادی محسوس اور قابل فہم ذرائع کے اپنی اثر انگیزی اور محیر العقول نتائج رکھتا ہے اور اس امر پر متعدد قرآنی آیات و واقعات اور احادیث نبوی صراحت کے ساتھ شاہد ہیں۔ اسی طرح رشک و حسد کی نظر بھی شر کا باعث ہو سکتی ہے۔

نظر شر کا ثبوت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے جوان بیٹوں کو مصر میں غلہ لینے کے لئے بھیجا تو انہیں نصیحت کی:

وَقَالَ بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ
أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنْ
الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُونَ ○ (یوسف: ۶۲، ۶۷)

اور فرمایا: اے میرے بیٹے (شہر میں) ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے (تقسیم ہو کر) داخل ہونا اور میں تمہیں اللہ (کے امر) سے کچھ نہیں بچا سکتا، حکم (نقدیر) صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام بتیمیر برحق ہو کر بھی اپنے بیٹوں کو نظر بد سے بچنے کی تدبیر بتا رہے ہیں اور یہاں حکم توکل کا مطلب یہ ہے کہ تدبیر میرا فرض ہے سو میں نے پورا کر دیا لیکن تدبیر تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔ اس لئے باوجود تدبیر کے بھروسہ اللہ

تعالیٰ ہی کی رحمت پر کرنا چاہیے۔ یعقوب علیہ السلام کی اس فصاحت کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے گیارہ بیٹے جوان، خوبصورت اور صحت مند تھے۔ انہیں ایک دروازے سے گزرتا یعنی اکٹھا دیکھ کر کوئی شیطانی خصلت کا شخص رشک و حسد کی نظر لگا سکتا تھا۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو نظر بد سے بچنے کی تدبیر بیان کر دی۔ اگر نظر بد کے شر کا کوئی وجود ہی نہ ہوتا تو بغیر خدا کبھی بھی ایسی تلقین نہ کرتے جو سراسر وہم پر مبنی ہوتی۔ آنحضرت ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

العین حق (صحیح مسلم ۲۰: ۲۲۰، کتب السلام، باب الطب

والمرض والرقی، رقم: ۲۱۸۸)

بے شک نظر کا لگنا حق ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے محمد بن کعب رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ، سدی رحمہ اللہ، وغیرہم سورۃ یوسف کی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ذالک انہم کانوا ذوی جمال وھینۃ حسنة و منظور و

بہاء فاحشی علیہم ان یریبہم الناس بعیونہم فان العین

حق تستنزل الفارص عن فرسہ (تفسیر ابن کثیر ۲: ۱۸۱)

یعقوب علیہ السلام کا یہ ارشاد اس لئے تھا کہ ان کے بیٹے

صاحب جاہ و جمال اور صاحب قوت و قامت تھے۔ پس انہیں

خوف ہوا کہ کہیں لوگ ان کو نظر کے ذریعے نقصان نہ پہنچادیں۔

کیونکہ نظر کا لگنا حق ہے۔ نظر کے اثر کا تو یہ عالم ہے کہ یہ سوار کو

گموڑنے سے نیچے گرا دیتی ہے۔

عظیم محدث و مفسر امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذالک انہ خاف علیہم العین، فامرہم ان یتفرقوا فی

دخولہم لئلا یصابوا العین فان العین حق وجاء فی الاثر

ان العین قد دخل الرجل القبر (تفسیر معالم التنزیل، ۴: ۲۴۳)
اس کی وجہ یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو ان پر نظر لگنے کا خوف تھا
پس انھوں نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ داخل ہونے کا حکم دیا
تا کہ وہ نظر سے بچ جائیں۔ کیونکہ نظر کا لگنا حق ہے احادیث
و آثار صحابہ میں آیا ہے کہ نظر کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ یہ آدمی کو قبر
میں بھی داخل کر دیتی ہے۔

اسی قسم کا ایک ارشاد آنحضرت ﷺ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
روایت کیا ہے:

العین حق ولو كان شئ سابق القدر لسبقه العين و اذا
استغسلتم فاغسلوا

(صحیح مسلم، ۶: ۲۲۰ کتاب السلام، رقم: ۲۶۸۸)
نظر کا لگنا حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاتی ہے تو
وہ نظر ہوتی اور جب تم سے غسل کے لئے کہا جائے تو غسل کر لیا
کرو۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

كان يوم مر العائن فبتوضاً ثم يغتسل منه المعين

(سنن ابو داؤد، ۲: ۱۸۵، کتاب الطب، رقم: ۳۸۸۰)
حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ اگر کسی کو نظر لگ جاتی تو نظر لگنے
والے کو وضو کا حکم دیتے اور اس پانی سے اس شخص کو نہلا دیتے
جسے نظر لگی ہوتی تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ بنا بریں جمہور علماء کا

مذہب یہی ہے کہ نظر کا لگنا حق ہے۔ (صحیح مسلم، ۶: ۲۲۰)

اس امر کی تائید ”موطا امام مالک“ میں مروی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی

حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ امام خازن رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین نے دلائل کے ساتھ اسی مفہوم کو ثابت کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، بیضاوی رحمہ اللہ اور علامہ زبشری رحمہ اللہ نے فقر سے پناہ مانگنے کو سنت نبوی قرار دیتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے۔ جس میں منقول ہے کہ حضور ﷺ اس طرح تعوذ فرمایا کرتے بالخصوص حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ان الفاظ میں استعاذہ کیا کرتے تھے:

اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل عین لامة ومن کل شیطان وهامة. (جامع ترمذی: ۲۷۰۲، کتاب الطب، رقم: ۲۰۶۰)
تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان، ضرر رساں چیز اور برائی پہنچانے والی آنکھ سے اس کی پناہ میں دیتا ہوں۔

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

اللهم انی أعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وهامة ومن کل عین لامة. (مسند ابن ماجہ، کتاب الطب، رقم حدیث: ۳۵۲۵)

اے اللہ! میں تیرے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر دوسرے اندازی کرنے والے شیطان سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر

سے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ شیطانی اثرات میں سے ایک اثر نظر کا لگنا بھی ہے اور اس سے پناہ مانگنے کی تلقین بھی شریعت مطہرہ نے کی ہے۔ اس سے بچاؤ کی تدابیر کے طریقے شرعاً تدابیر ہی کا درجہ رکھتی ہیں۔ جن کا اختیار کرنا جائز اور مشروع ہے لیکن صاف ظاہر ہے کہ یہ تدابیر تقدیر کا بدل نہیں ہو سکتیں۔ اگر اذن الہی یہی ہو کہ نظر سے کسی کو نقصان پہنچ کر رہے تو ضروری نہیں کہ

اس تدبیر سے مطلوبہ حفاظت یعنی طور پر ہو جائے۔

اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم فرمائی کیونکہ ہر قسم کے شر سے حفاظت کی بہترین صورت استعاذہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ذات کوئی امر مقدر کرتی ہے وہی اس کو بدل دینے پر بھی قادر ہے۔ لہذا اسی سے ہر حال میں پناہ طلب کی جانی چاہیے۔

قرن نظر کے تصور کی وضاحت چند احادیث اور علماء و مفسرین کی تحقیقات سے اس لئے کر دی گئی ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ نظر بد کا لگنا تو ہم نہیں بلکہ احادیث سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔ آج کل عقل پسند طبقہ عقلیت کی رو میں بہہ کر ہر اس چیز کو تو ہم قرار دیتے ہوئے رد کر دیتا ہے جو محدود فکری وسعت، قلبی مطالعہ اور ناقص عقلی استعداد کے باعث اسے سمجھ نہیں آتی۔

سورۃ الفلق کا شان نزول بھی حسد اور جادو کے شر سے متعلق ہے۔ جب ایک یہودی جادوگر لبید بن عامر اور اس کی بیٹیوں نے آنحضرت ﷺ پر جادو کیا تو اس ضمن میں سورۃ الفلق نازل کی گئی۔ چنانچہ اس کے پڑھنے سے جادو کے جملہ اثرات زائل ہو گئے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ شیطانی اثرات فی الحقیقت موجود ہوتے ہیں انہیں تو ہم کی کار فرمائی یا ضعف الاعتقادی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

(۴) چوتھی صورت ”جنات کا شر“

چوتھی صورت شیاطین چونکہ جنات کے ایک ایسے گروہ کا بھی نام ہے جو فاسق و فاجر، منافق، کافر اور شریر ہوتے ہیں۔ وہ بنی نوع انسان کو مختلف طریقوں سے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے شر سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔ انسان پر جنات کا ایسا اثر جس سے اس کے عقل و حواس مختل ہو جائیں، قرآن کی رو سے ممکن ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جہلاء اپنی کم فہمی کی بنا پر اور عیار و مکار لوگ اپنے مادی منافع کی غرض سے انسانی امراض و عوارض کو جنات کے شر سے موسوم کرنے

لگیں۔ جس طرح ہمارے معاشرے میں سادگی اور جہالت کی وجہ سے یہ کاروبار ہو رہا ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ سود خور قیامت کے دن آسیب زدہ شخص کی طرح تھل و بہوت ہو کر اٹھے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الْيَهُى
يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ. (البقرہ ۲۰: ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (روز قیامت) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان (آسیب) نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو۔

لہذا شیاطین کے اس شر سے بھی پناہ مانگنا استعاذہ ہی کا حصہ ہے۔

ارکان استعاذہ

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ ”تفسیر کبیر“ میں لکھتے ہیں کہ اس کلام کے پانچ

ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ الاستعاذہ۔ اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے بارگہ ایزدی میں تعوذ کیا جاتا ہے۔

۲۔ المستعید۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو استعاذہ کرتا ہے یعنی بارگہ الوہیت میں پناہ کا طلب گار ہوتا ہے وہ اعوذ کا قائل ہے۔

۳۔ المستعاذ بہ۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ ان کلمات میں لفظ ”اللہ“ ”اعوذ“ کا مفعول یہ ہے۔

۴۔ المستعاذ منہ۔ اس سے مراد شیطان رجیم ہے جس سے پناہ طلب کی جاتی ہے۔

۵۔ اجل الاستعاذہ۔ اس سے مراد استعاذہ کی حکمت اور غرض و غایت ہے۔ جس کی خاطر خدا کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ یعنی شیطان کا وہ خاص شر جس

سے محفوظ و مامون ہونے کے لئے استعاذہ کیا جاتا ہے۔

بیت الخلاء اور تعوذ

۔ حاجت کے لئے انسان جب بیت الخلاء میں داخل ہوتا یا باہر نکلی فضا میں جاتا ہے تو اسے جسم کے ان حصوں سے بھی کپڑا اٹھانا پڑتا ہے کہ عیام حالات میں ان حصوں کو برہنہ کرنا انسانی عادات کے منافی اور شرم و حیا کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اس برہنگی کی حالت میں شیطانی حملوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور شیطان کے لئے انسان کو ورغلا نا اور وساوس میں مبتلا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے رفع حاجت کے لئے جسم کے مخصوص حصوں سے کپڑا اٹھانے یا بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل ایسے الفاظ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جن میں انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے ذات عظیم! مجھے ان حالات میں شیطان کے اثرات سے محفوظ و معصوم فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ کلمات ادا فرماتے:

اللھم انی اھوذہک من العیب والنہایت۔

(صحیح بخاری صفحہ ۶۶ جلد اول، کتاب الوضوء)

اے اللہ! میں ترا اور مادہ شیطین سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

جب بھی بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہو تو وہاں داخل ہونے سے قبل ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر لیجیے۔

تعوذ کی برکت سے اللہ تعالیٰ شیطانی اثرات سے محفوظ فرمائے گا۔

بد خوابی اور تعوذ

بعض اوقات حالت نیند میں انسان کو بڑے عجیب و غریب قسم کے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ کئی دفعہ آدمی ان خوابوں کی وجہ سے خوف زدہ اور پریشانی میں مبتلا

ہو جاتا ہے۔ رسول محترم ﷺ نے اس بد خوابی کا علاج بھی ”اعوذ“ ہی بتلایا ہے۔
ارشاد رسول ﷺ ہے۔

اِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ الرُّءْيَا يَأْتِيهَا فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ اللَّهِ
فَلِيَحْمَدِ اللَّهَ عَلَيْهَا وَلِيَحْدِثَ بِهَا وَادَّارِئَ غَيْرِ ذَلِكَ
مِمَّا يَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ
شَرِّهَا وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ فَانْهَا لَا تَضُرُّهُ (صحيح
بخاری ۱۰۳۴ جلد ۲، کتاب التَّعْبِيرِ، باب الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ)

جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو ”الحمد لله“ کہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور اگر چاہے تو لوگوں کے سامنے
اس خواب کا ذکر بھی کر دے اور جب ناپسندیدہ، شیطانی اور
ڈراؤنا خواب دیکھے تو، ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“
پڑھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ اور کسی کے سامنے
اس کا ذکر نہ کرے تو انشاء اللہ اسے کوئی ضرر اور نقصان نہیں
پہنچے گا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ
نے بد خوابی کے موقع پر ”اعوذ باللہ“ پڑھنے کے ساتھ ساتھ بائیں جانب تھوکنے کا
بھی حکم فرمایا ہے اور صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ
حدیث مقدمہ میں ہے کہ بد خوابی کے وقت آدمی تین دفعہ ”اعوذ باللہ“ پڑھے۔
بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور اپنی کروٹ تبدیل کر لے۔

(صحيح مسلم صفحه ۲۴۱ جلد ۲، کتاب الرُّؤْيَا)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث مبارکہ کی تشریح و توضیح
کرتے ہوئے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ جس شخص کو برے اور فاسد خواب آتے
ہوں اسے چار چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔

۲۔ برے خواب سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگے۔

۳۔ جو نبی آنکھ کھلے تو فوراً بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے۔

۴۔ برے خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیطان، انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔ وہ انسان کو غمگین، پریشان اور رنجیدہ کرنے کے لئے خواب کی حالت میں پراگندہ خیالات اور وساوس پیدا کرتا ہے۔ اس لئے محسن کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت کو بخوابی کا علاج یہ بتایا کہ جو نبی خواب میں برے خیالات کی آمد ہو، آدمی فوراً پڑھنا شروع کر دے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

غصہ اور تعوذ

غصہ اور غضب انسان کے لئے سخت نقصان دہ اور الیمیت کا باعث ہیں۔ حالت غصہ میں انسان نامعلوم کیا کیا الفاظ اپنی زبان سے ادا کر جاتا ہے۔ اور شیطان بھی انسان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غصے کی حالت میں اسے درغلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ابلیس کی سر توڑ کوشش ہوتی ہے کہ انسان سلوک، اتفاق اور اتحاد سے زندگی نہ گزار سکیں۔ بلکہ ہمیشہ اختلاف، انتشار اور منافرت کا شکار رہیں۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے شیطان انسان کو غصہ دلاتا اور پھر غصے کی حالت میں اس کے منہ سے ایسی باتیں نکلا دیتا ہے کہ جس سے معاشرے میں افتراق و اختلاف بڑھتا ہے اور شیطان انسانوں کو آپس میں لڑا کر خوش ہوتا اور مسرت کا اظہار کرتا ہے۔

اسی لئے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے غصے کو پی جانے، درگزر اور حاف کرنے کی رغبت دلائی ہے۔ اور قرآن حکیم نے بھی اہل تقویٰ کی علامات اور

نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے۔ وَالْكَاطِبِينَ الْغِيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یعنی اللہ والوں کے اوصاف حمیدہ میں سے غصے کو پی جانا، ایک عمدہ وصف اور لوگوں کو معاف کر دینا اعلیٰ خوبی ہے۔

تاہم اگر کسی وقت انسان کو غصہ آجائے تو رسول محترم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ جو بھی کوئی شخص خود کو غصہ کی حالت میں محسوس کرے تو فوراً پکاراٹھے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو شخص آپس میں جھگڑ پڑے۔ یہاں تک کہ لوہیت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ اور غصہ ان کے چہروں سے چمکنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس غضب ناک صورت حال کو دیکھ کر فرمایا: اِنِّیْ لَا عَلِمَ کَلِمَۃٌ بَلَّشِبَہِ مِّنْ اَیْکُمَا جَانَاہُوْنَ۔ لَوْ اَلِہَا لَدَہْبٌ غَضِبَ۔ اگر یہ دونوں ان الفاظ بابرکات کو اپنی زبان سے ادا کر لیں تو ان کا غصہ فوراً کافور ہو جائے۔ اور یہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ الفاظ و کلمات جن کے کہنے سے آدمی کا غصہ فوراً دور ہو جاتا ہے۔ ”أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ ہیں۔ (جامع ترمذی، صفحہ ۱۸۳ جلد ۶، کتاب الدعوات، باب ما یقول عند الغضب)

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول محترم ﷺ کو حکم فرمایا کہ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ۔ جاہلوں سے اعراض اور بے رخی اختیار فرمائیں تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اے رب کریم! غصہ کا علاج کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ جب غصہ محسوس ہو تو ”أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ پڑھ لیا کرو۔ غصہ جاتا رہے گا۔

آج ہم میں سے اکثر لوگوں کو غصہ بہت جلد آ جاتا ہے اور ہم معمولی باتوں کی بناء پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور پھر ساری عمر اس غصہ کے نتائج کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں قتل ہوئے ہیں تو، غصہ کی بناء پر،

میاں بیوی کے اختلافات بڑھتے ہیں تو، غصہ کی بنا پر، اور پھر نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، تو غصہ کی بناء پر یہ غصہ انسان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے، اسے جیل کی کوٹھڑی دکھاتا اور معاشرے کا ناپسندیدہ فرد بنا دیتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول رکھنا چاہیے۔ غصے سے اجتناب کرنا چاہیے اور متھائے بشریت، اگر کسی وقت غصہ آجائے تو فوراً پڑھنا چاہیے، **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ**۔

دخول مسجد اور تعوذ

مسجد، مومن کے لئے جائے سکون قلبی راحت کی جگہ اور ذہنی اطمینان کا مقام ہے۔ مومن کامل کا دل ہر وقت مسجد سے وابستہ اور معلق رہتا ہے۔ مساجد کو تعمیر و آباد کرنا اہل ایمان کا شیعہ اور مسلمان کی علامت ہے۔ مساجد سے محبت، دین سے محبت کا معیار اور کسوٹی ہے۔ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کی جگہیں اور مسلمانوں کا شعار اور علامتی نشان ہیں۔ شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو مسجدوں سے دور رکھا جائے۔ ان کے دلوں کو مساجد کی محبت سے خالی اور عاری کر دیا جائے اور اہل ایمان کے قلوب و اذان سے مسجدوں کی اہمیت و ضرورت کو مٹا دیا جائے۔ چنانچہ وہ مسجد کی طرف آنے والے مسلمان کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ اس کے ذہن میں وساوس ڈالتا اور اسے مسجد سے دور رکھنے کی سر توڑ کوششیں کرتا ہے۔

اسی لئے ہمارے رہبر و رہنما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسجدوں میں داخل ہوتے وقت **”أَعُوذُ بِاللّٰهِ“** پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ تاکہ شیطانی وساوس سے بچا جاسکے اور ایمانی حقائق سے دل کو روشن کیا جاسکے۔

مسجد میں داخلے کے وقت **أَعُوذُ بِاللّٰهِ** والی دعا ایسی بابرکت اور پُر اثر ہے کہ اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اسے پڑھ لیا جائے تو انسان دن بھر کے لئے شیطان کی شر انگیزیوں، فتنوں اور وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا دخل
المسجد. اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم
من الشيطان الرجيم (سنن ابی داؤد صفحہ ۶۷ جلد اول)
رسول کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے۔ میں
شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی ذات کی
کرامت اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ میں آتا ہوں۔

نبی محترم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے
ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ
حفظ منی سائر الیوم۔ یہ شخص دن بھر کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا۔
یہ دعا بہت آسان اور سادہ الفاظ پر مشتمل ہے۔ اسے یاد کر لینا چاہئے کہ مسجد
میں داخل ہوتے وقت اسے پڑھ کر سنت رسول پر عمل کا ثواب عظیم حاصل کریں اور
پورے دن کے لئے شیطان کے فتنوں سے محفوظ ہو جائیں:

اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من
الشيطان الرجيم

سفر اور تعویذ

ہر انسان کو کسی نہ کسی کام کے لئے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے۔ تاہم رسول اکرم
ﷺ کی سنت، آپ کا طریقہ اور اسوہ یہ ہے کہ جب سفر پر روانہ ہوا جائے تو تعویذ والی
دعا پڑھ کر سفر شروع کیا جائے۔ یقیناً ایسا سفر جس کی ابتدا ذکر الہی سے ہوگی۔ جس کا
آغاز آنحضرت ﷺ کی سنت مطہرہ سے ہوگا اور جسے مسنون دعا سے شروع کیا
جائے گا۔ وہ سفر باعث برکت، بامقصد اور کامیاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن سر جس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب
سفر پر روانہ ہوتے تو اپنی زبان مبارک سے یہ دعا پڑھ کر سفر کا آغاز فرماتے۔

اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل
اللهم اصبحنا في سفرنا واخلفنا في اهلنا اللهم اني
اعوذ بك من وعاء السفر وكابة المتقلب ومن الحور
بعد الكور ومن دعوة المظلوم وسوء المنظر في الاهل
والعمال (جامع ترمذی صفحہ ۱۸۱، جلد ۲، کتاب الدعوات)

اے میرے اللہ! آپ ہی سفر میں (میرے) ساتھی ہیں اور
(میرے) گھر میں خلیفہ (کارساز) ہیں۔ اے اللہ! آپ سفر
میں ہمارے ساتھی نہیں اور ہمارے گھر والوں کے لئے ہمارے
نائب۔ اے اللہ! میں آپ کی ذات کے ساتھ سفر کی مشقت
سے اور واپسی پر ممکنہ منظر سے اور ترقی کے بعد تنزل سے پناہ
مانگتا ہوں۔

یہاں سفر کی اس دعا میں ”تعوذ“ یعنی اللہ کی پناہ طلب کرنے کا ذکر موجود
ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ سفر پر روانہ ہوتے وقت اگر اس مسنون دعا کو پڑھ لیا
جائے تو انسان سفر کی مشکلات اور گھر سے دوری کی ممکنہ اور تنزل و پستی اور نقصان
سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دشمن سے تعوذ

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے دشمن کی چالوں، اس کے حملوں اور ریشہ
دوانیوں سے ہر طرح محفوظ و مامون رہوں اور میرا دشمن کسی طرح بھی میرا نقصان نہ
کر سکے۔ اسی طرح ہر شخص اس امر کا بھی آرزو مند ہوتا ہے کہ مجھے کوئی پریشانی، اذیت
اور تکلیف نہ پہنچے، اور میں ہر قسم کی مشقتوں، تکلیفوں، اذیتوں، دشواریوں اور
پریشانیوں سے سلامت رہوں۔ اس مقصد کے لئے محسن کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
نے بڑی مختصر اور جامع دعاء سکھائی ہے۔ اسے روزانہ پڑھ کر ہر قسم کے مصائب

وآلام اور دشمن کے حملوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اس دعا میں بھی "تعوذ" یعنی اللہ کی پناہ کے الفاظ موجود ہیں۔

مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مشقت، بد بختی، برے فیصلے اور دشمنوں کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اللهم انی اعوذ بک من جهد البلاء وحرک الشقاء
وسوء القضاء وشماتة الاعداء

(صحیح بخاری صفحہ ۱۹۳۹ جلد ۲ کتاب الدعوات)
اے میرے اللہ! میں بلاء کی مشقت سے اور بد بختی کے ٹٹنے سے
اور برے فیصلے اور دشمنوں کی خوشی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

زوالِ نعمت سے تعوذ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت و سہولتی، مال و دولت، عزت، کاروبار و تجارت، علم و ملازمت اور اس طرح کی بے حساب نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے۔ انعامات خداوندی سے اس کا دامن خالی ہو جائے اور اسے تکی دست اور بے آسرا بنا دیا جائے۔

امت کی ابنِ خواہشات کو بے نظر رکھتے ہوئے ہمارے ہادی و رہنما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں ایک خوبصورت، بہترین، مختصر مگر جامع دعاء بتلائی ہے کہ جو شخص اس دعا اور تعوذ کو پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس پر کی گئی نعمتوں کو برقرار رکھے گا بلکہ اس پر انعامات کی مزید بارش برسائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نعمتوں کے زوال سے بچنے اور عافیت کے لئے اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللهم انی اعوذ بک من زوال نعمتک وتحول

عافیتک وفجاءة نعمتک وجمع سخطک۔ (رواہ

مسلم۔ مشکاة المصابیح صفحہ ۲۱۶۔ باب الاستعاذۃ)

اے اللہ! میں آپ کی عطا کردہ ہر نعمت کے زائل ہونے سے اور
آپ کی دہی ہوئی عافیت کے بدل جانے سے اور آپ کے
ناگہانی عتاب سے اور آپ کے ہر طرح کے غصہ سے آپ کی
پناہ میں آتا ہوں۔

برے اخلاق سے تعوذ

انسانی عاشرت میں حسن اخلاق ایک پسندیدہ عادات ہے۔ نبی محترم ﷺ
نے اعلیٰ اخلاق اور حسن کردار کی تعلیم دی ہے۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے:

بعثت لائمم مکارم الاخلاق

مجھے تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کی قرآن مجید فرقان حمید نے یوں گواہی دی ہے کہ

انک لعلی خلق عظیم (سورۃ قلم آیت نمبر ۴)

اے پیغمبر (ﷺ) آپ تو اخلاق کی اعلیٰ بلند یوں پر فائز ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں جس طرح اخلاق عالیہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔

اسی طرح برے اخلاق کی مذمت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ بلکہ حدیث مقدسہ کے

مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول رحمت ﷺ اپنی امت کے اخلاق کے بارے

میں اتنے فکرمند تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو ایسا تعوذ اور ایسی دعاء

سکھلائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کی گئی ہے کہ اے الہ العالمین!

ہمیں برے اخلاق سے محفوظ فرما۔

نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ تعوذ کیا کرتے۔

اللهم انی اعوذ بک من الشقاق والنفاق وسوء
 الاخلاق (سنن نسائی صفحہ ۳۱۳ جلد، کتاب الاستعاذہ)
 اے اللہ! میں اختلاف سے، نفاق سے اور برے اخلاق سے
 آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بے نفع علم سے تعویذ

علم، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور لازوال دولت ہے۔ قرآن وحدیث
 میں اہل علم کے فضائل ومحاسن اور ان کی فضیلت وعظمت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا
 گیا ہے۔ قرآن حکیم نے واضح فرمایا ہے کہ جس طرح دھوپ اور چھاؤں، دن اور
 رات، صبح اور شام، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح اہل علم اور بے علم بھی
 برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن حکیم اس امر کی بھی وضاحت فرماتا ہے کہ ”اہل علم اور بے علم
 بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن حکیم اس امر کی بھی وضاحت فرماتا ہے کہ ”اہل علم ہی
 اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔“ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب
 ان اشعار نے تو اہل علم کی فضیلت کو چار چاند لگا دیے ہیں کہ۔

رضینا قسمة الجبار فینا

لنا علم وللجهال مال

فان المال یفنی عن قریب

وان العلم باق لازوال

ہم اللہ جبار کی اس تقسیم پر راضی اور خوش ہیں کہ اس نے ہمیں علم
 سے نوازا اور جاہلوں کو مال عطا کیا۔ بلاشبہ دولت تو عنقریب فنا
 اور ختم ہو جائے گی۔ اور علم ہمیشہ باقی رہے گا اور اسے کبھی زوال
 نہیں آئے گا۔

مگر ایسا علم جو نفع مند، فائدہ مند اور سود مند نہ ہو، وہ علم عظمت کی بجائے

نفرت، عزت کی بجائے ذلت اور بلند یوں کی بجائے پستیوں کا سبب ہے۔ ایسے بے مقصد اور نقصان دہ علم سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے:

اللهم انی اعوذ بک من علم لا ینفع ومن قلب لا ینشع ومن نفس لا تشبع ومن دعاء لا ینفع.

(سنن نسائی صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ کتاب الاستعاذہ)

اے اللہ! میں بے نفع علم سے، نہ ڈرنے والے دل سے، نہ بھرنے والے نفس سے اور قبول نہ ہونے والی دعا سے آپ کی پناہ کا طلب گار ہوں۔

متعدد تعوذات

کتاب احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ خود کئی اشیاء سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان چیزوں سے رب العزت کی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ تفصیل میں جائے بغیر آپ کے سامنے ”تعوذات نبوی“ کی ایک فہرست پیش خدمت ہے۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اکثر کہا کرتے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں:

☆ مِنَ الْهَمِّ رنج سے
☆ وَالْحُزَنِ غم سے
☆ وَالْعَجْزِ عاجزی سے
☆ وَالْبُخْلِ کجوسی سے
☆ وَضَلَعِ الدُّنْيِ کمر توڑ قرض سے
☆ وَعَلْبَةِ الرَّجَالِ اور دشمنوں کے غلبے سے

(صحیح بخاری صفحہ ۹۱۱ جلد ۲، کتاب الدعوات)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ

اللہ ارحم الراحمین سے تعویذ مانگا کرتے تھے:

- ☆ **بِئْسَ الْكُنْزُ**..... سستی سے ☆ **وَالْهَرَمُ**..... شدید بڑھاپے سے
- ☆ **وَالْعَائِمُ**..... گناہ سے ☆ **وَالْمَغْرَمُ**..... جرمانے سے
- ☆ **وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ**..... قبر کی آزمائش سے
- ☆ **وَعَذَابِ الْقَبْرِ**..... قبر کے عذاب سے
- ☆ **وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ**..... آگ کے فتنے سے
- ☆ **وَعَذَابِ النَّارِ**..... جہنم کے عذاب سے
- ☆ **وَمِنْ فِتْنَةِ الْبُعْثِ**..... مال داری کے فتنے سے
- ☆ **وَمِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ**..... غربت کی آزمائش سے
- ☆ **وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدُّجَالِ**..... اور دجال کے فتنے سے

(صحیح بخاری صفحہ ۹۱۲ جلد ۲، کتاب الدعوات)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی محترم ﷺ کے تعویذات کا ذکر یوں

فرماتے ہیں کہ آپ کہا کرتے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔

- ☆ **مِنَ الْبُخْلِ**..... بخل سے
- ☆ **مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَوْدَلِ الْعُمُرِ**..... محتاجی کی عمر سے۔
- ☆ **مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا**..... دنیا کے فتنے سے
- ☆ **مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ**..... قبر کے عذاب سے
- ☆ **مِنَ الْجُبْنِ**..... کمزوری سے۔

(صحیح بخاری صفحہ ۹۱۲ جلد ۲، کتاب الدعوات)

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام الرسل ﷺ مذکورہ تعویذات کے

علاوہ بھی اللہ رب العزت کی پناہ مانگا کرتے تھے اور لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

☆ **مِنْ فِتْنَةِ الْمُنَادِ**..... سننے کے فتنے سے

مِنْ شَرِّ سَمْعِي..... کان کی برائی سے
وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي..... آنکھ کی برائی سے
مِنْ شَرِّ لِسَانِي..... زبان کی برائی سے
وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي..... دل کی برائی سے
وَمِنْ شَرِّ مَنِي..... خواہشات کی برائی سے
وَمِنْ لَفْتَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ..... زندگی اور موت کے فتنے سے
مِنْ الْبَلَاءِ..... قلت کے فتنے سے
وَمِنْ الْبَذْءِ..... زلت کے فتنے سے
وَمِنْ أَكْثَرِ ظُلْمٍ أَوْ أَظْلَمَ..... ظلم کرنے اور ظلم سہنے سے
مِنْ الْخِيَانَةِ..... بددیانتی سے
مِنْ سُوءِ الْعُمْرِ..... محتاجی کی عمر سے
مِنْ الشَّحِّ..... لالچ سے
راستہ بھول جانے، گمراہ ہو جانے اور جہالت سے
دھنس جانے سے مکان کے گرنے سے
بچھو کی کاٹ سے جگہ کی تنگی سے
اللہ تعالیٰ کے غصہ سے نہ قبول ہونے والی دعا سے

(سنن نسائی صفحہ ۳۹ تا ۳۱۹ جلد ۱۲ کتاب الاستعاذہ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان تمام چیزوں سے اپنی پناہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت نوح علیہ السلام اور تعوذ

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر، نبی اور رسول تھے۔ آپ کو ”آدم ثانی“ کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے ساڑھے نو سو سال

قوم کو توحید الہی کی تبلیغ و تلقین کی مگر اتنا طویل عرصہ وعظ و نصیحت کے باوجود تقریباً اسی افراد نے قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ جب معاملہ حد سے گزر گیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس فرمایا ہے کہ میری خشک مٹتوں اور بے انتہا کوششوں کا کوئی کارآمد نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔

بلکہ قوم ضد اور مخالفت کی وجہ سے مزید گمراہی، ضلالت اور بے راہ روی میں حد سے بڑھتی جا رہی ہے اور عذاب الہی کو دعوت دے رہی ہے تو آپ علیہ السلام نے دربار خداوندی میں عرض کیا:

فَإِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي نِيْلًا وَلَهَازًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ
دُعَايِي إِلَّا فِرَارًا ۝ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا
أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَعْصَمُوا بِآثَانِهِمْ وَأَصْرُوا
وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا ۝ ثُمَّ
إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝

(سورۃ نوح، آیت ۵ تا ۹)

اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات اور دن (توحید الہی کی) دعوت دی۔ پس میری دعوت کے باعث ان کے فرار (یعنی نفرت) میں اضافہ ہی ہوا۔ اور میں نے جب بھی ان کو بتلایا کہ آپ انہیں بخش دیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے پیٹ لئے اور (کفر و شرک پر) اڑ گئے اور حد درجہ متکبر بن گئے۔ پھر میں نے انہیں بلند آواز سے (توحید کی) دعوت دی۔ پھر انہیں عام اعلان کر کے اور چپکے چپکے بھی سمجھانے کی کوشش کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں قوم نے جب مذاق، استہزاء اور تمسخر کا انداز اختیار کیا تو آخر ایک دن حضرت نوح علیہ السلام نے نافرمان

قوم کے حق میں بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور بارگاہ الہی میں عرض کیا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذِيَارًا ۝ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يَبْطِلُوا عِبَادَكَ وَلَا يَلْدُوا إِلَّا فَاغْرًا كَثْفًا ۝

(سورۃ نوح آیت نمبر ۲۶-۲۷)

اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو روئے زمین پر بستا ہوا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ایسی اولاد کو جنم دیں گے جو نافرمان اور کافر ہی ہوگی۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار عالی شان میں حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا مقبول ہوئی اور ان کی نافرمان قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ آسمان سے پانی برسنا۔ زمین نے پانی اگلا بلکہ وہ تنور جہاں روٹیاں پکانے کے لئے لکڑیوں سے آگ جلائی جاتی تھی۔ ان تنوروں سے آگ کے شعلوں کی بجائے پانی کے فوارے نکلنا شروع ہو گئے۔

بحکم الہی حضرت نوح علیہ السلام اپنے فرماں برداروں ہر چیز کے جوڑے کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو گئے اور پانی کے سیلاب نے نافرمان قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان تباہ و برباد ہونے والوں میں ایک حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ”کنعان“ بھی تھا۔ آپ نے اسے سمجھایا۔ دین حق کا راستہ دکھلایا اور عذاب الہی سے بچانے کی کوشش کی مگر اس کی خد، عناد، کفر، شرک اور نافرمانی کی وجہ سے اسے فرق آب کر دیا گیا۔ جب ایک عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی کشتی ”نوحی“ نامی پہاڑ پر ٹھہری اور آپ کو اپنے بیٹے کنعان کی جابھی و بربادی کی یاد آئی تو بارگاہ الہی میں عرض کیا۔ اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تیرے اہل و عیال کو عذاب سے بچاؤں گا اور ان اپنی من اہلی میرا بیٹا بھی تو میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بھی سچا ہے اور آپ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ فرمانے والے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس استحضار کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جواب آیا وہ قرآن کے الفاظ میں سماعت فرمائیے:

قَالَ يَنْتُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَوِرٌ صَالِحٌ
فَلَا تُسْئَلُنَّ فَنَالَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ط إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ
تَكُونُ مِنَ الْغَافِلِينَ O (سورة هود آیت نمبر ۶۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں
کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں۔ پس جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو۔
اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا
ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو جانا۔

آپ قرآنی الفاظ پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ وہ بد عمل اور نافرمان ہے اور
جس شخص میں ایسی خامیاں اور کوتاہیاں پائی جائیں اسے نبوت کے پاک خاندان کا
فرد شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اللہ کے ہاں نجات، کامیابی، ترقی اور درجات کی بلندی
کا دار و مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کا منکر اور غیبر وقت کا نافرمان چاہے نسل اعتبار سے خاندان
نبوت کا چشم و چراغ ہی کیوں نہ ہو۔ اور چاہے جدا الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
والد آزر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی عذاب الہی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ دنیوی اور اخروی
کامیابی و کامرانی کے لئے یہی دو چیزیں بنیادی شرط ہیں: (۱) توحید الہی کا پرستار
(۲) رسول محترم کا فرماں بردار۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بارگاہ الہی سے جب ذرا سی تنبیہ ہوئی تو فوراً سراپا
بخش و انکسار بن گئے اور اسی وقت معافی مانگنی شروع کی اور جو الفاظ انہوں نے ادا
کئے وہ اللہ پاک کو بہت زیادہ پسند آئے، حضرت نوح علیہ السلام کی زبان اقدس سے
نکلے ہوئے پاکیزہ الفاظ ایسے پسند آئے کہ رب العزت نے قیامت تک کے لئے ان
الفاظ مقدسات کو قرآنی آیات میں محفوظ کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بعد عجز و

اکسار اور ہنزار ادب و احترام عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ
عِلْمٌ وَّ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

(سورۃ ہود، آیت ۱۷)

نوح عرض کرنے لگے: اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ میں
آتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم
نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا۔ تو میں
نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

”تعوذ“ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی استدعا حضرت نوح علیہ السلام
نے بھی اپنی زبان اقدس سے کی ”رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ“ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے معافی
طلب فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعوذ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر اور صاحب کتاب رسول
تغیر تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کی سیرت مبارکہ کے مختلف حصوں کو تفصیل سے بیان
فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان دو تین انبیاء میں سے ہیں۔ جن کا ذکر
قرآن مجید کی آیات میں بار بار آیا ہے۔ آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور آزادی کے
لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ آپ بنی اسرائیل کے ہر افراد کو ”تِہ“ میں قیام فرماتھے کہ
بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے اپنے والد ارچچا کی جائیداد حاصل کرنے
کے لئے رات کی تاریکی میں اسے قتل کر دیا اور قتل کے الزام سے بچنے کے لئے چچا کی
لاش کو دوسرے محلے میں پھینک دیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح مجھے چچا کی بے پناہ
دولت بھی حاصل ہو جائے گی اور دوسرے محلے داروں سے چچا کا خون بہا بھی مل
جائے گا۔

یہ حرکت کرنے کے بعد علی الصبح اس نے چیخا اور چلانا شروع کر دیا اور فریاد کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعی بن کر اہل محلہ کے خلاف قتل کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے تحقیق و تفتیش کی مگر قتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے حضور دعا کی اے اللہ! حقیقت حال واضح فرماتا کہ بنی اسرائیل کو باہمی اختلاف و افتراق سے بچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت کا ایک واضح نشان دکھانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیں اور ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگائیں تو وہ مردہ میری قدرت سے زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کی نشان دہی کر دے گا۔ اس طرح اندھے قتل کی حقیقت کھل جائے گی اور قاتل کا واضح طور پر پتہ بھی چل جائے گا۔

قرآن مجید فرقان حمید اپنے معجزانہ اختصار سے اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتا ہے کہ:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً

اور وہ وقت یاد کرو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

گائے ذبح کرنے کا حکم سن کر قوم کو تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ سے قاتل کا پتہ پوچھنے آئے تھے اور آپ ہمیں گائے ذبح کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ بھلا ان ہردو معاملات کی آپس میں کیا مناسبت ہے؟ اے موسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو کر ہم سے مذاق اور تمسخر کر رہے ہیں۔ قرآن عزیز ان کے الفاظ نقل کرتا ہے:

قَالُوا آتِنَا بَقَرَةً نَأْكُلُهَا

انہوں نے کہا، کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے اس اعتراض اور سوال کا جو جواب دیا وہ

ہمارے اس عنوان کا موضوع ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ایسے سنجیدہ، معاملات اور نازک مواقع پر مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے:

أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۶۷)

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تعوذ

حضرت یوسف علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے مشہور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں۔ آپ کی سیرت مبارکہ کے تذکرے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی ایک مستقل سورت نازل فرمائی ہے۔

سورۃ یوسف میں کریم ابن کریم حضرت یوسف علیہ السلام کے تعوذ کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ

سرزمین مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے گھر میں رہائش اختیار کئے ہوئے جب سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ تو ایک زبردست اور کٹھن آزمائش شروع ہو گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر جوانی کا عالم تھا۔ حسن و جمال میں پے شال، رخ مبارک شمس و قمر کی طرح روشن، عصمت و حیا کی فراوانی سونے پر سہاگہ اور پھر ہر وقت کا قرب اور ساتھ عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔ اور آپ سے ناجائز تعلقات استوار کرنے پر کمر بستہ ہو گئی اور ایک دن جذبات کی تسکین اور غلط منصوبے کی تکمیل کے لئے مکان کے تمام دروازے بند کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو انتہائی محفوظ کمرے میں لے جا کر ”دعوتِ گناہ“ دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ سخت آزمائش کا وقت تھا۔ شامی خاندان کی خوب رو عورت، محبوب نہیں بلکہ محبت، آزمائش حسن و زینت کی بے پناہ نمائش، ادھر

یوسف خود حسین نو جوان اور حسن کی تمام خوبیوں کا مجموعہ۔ دروازے بند، رقیب کا خوف نہ بجا فظ کا ڈر، مالکہ خود ذمہ دار، مگر ان تمام سازگار حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک لمحہ کے لئے بھی امرۃ العزیز کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ قرآن عزیز فرماتا ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الْيَٰسِيَّاءُ فَوَلَّىٰ وَجْهَهَا عَنْ تَلَفُّهِمْ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ. (سورۃ یوسف آیت ۲۳)

اور یوسف کو اس عورت نے جس کے گھر میں وہ مقیم تھے اس کی ذات سے پھسلایا اور دروازے بند کر دیئے اور کہا۔ آج۔

عزیز مضر کے شاہی محل کی خلوت گاہ اور مکمل تنہائی کے عالم میں حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کی اس اشتعال انگیز درخواست بلکہ تقاضا کو ٹھکراتے ہوئے زلیخا کو جواب میں فرماتے ہیں:

مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۳)

اللہ کی پناہ، وہ میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔

آپ نے غور فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی گناہ سے بچنے کے لئے ”اللہ کی پناہ“ تلاش کی اور کہا ”معاذ اللہ“

والدۃ مریم کا تعوذ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی والدہ ماجدہ کا نام ”حنہ“ اور والد گرامی کا نام ”عمران“ تھا۔ حضرت عمران حضرت زکریا علیہ السلام کے ہم زلف اور بڑے عبادت گزار و شب زندہ دار بزرگ تھے۔ حضرت عمران کی اہلیہ محترمہ ”حنہ“ بھی اپنے خاوند کی طرح انتہائی عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ علماء انساب کا

اتفاق ہے کہ عمران اور حند کا سلسلہ نسب حضرت داؤد علیہ السلام سے جاملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کہ اس ذات عظیم و برتر نے ایک عرصے تک اس نیک اور صالح جوڑے کو اولاد کی نعمت عظمیٰ سے محروم رکھا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار اور اسی کی قدرت ہے کہ وہ جسے چاہے اولاد عطا فرمائے اور جسے چاہے اس بیٹھے میوے سے محروم رکھے۔

حضرت عمران اور محترمہ حند اکثر اوقات خالق کائنات کے حضور اولاد کے لئے دست بدعا رہتے اور اس ذات رحیم و کریم سے اولاد کا تحفہ مانگتے رہتے۔ آخر ان دونوں کی التجا میل، مستجاب ہوئیں اور سیدہ حند حاملہ ہو گئیں۔ حند کو اس احساس اور امید سے از حد خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے ذر پار الہی میں نذر مان لی کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا۔ میں اسے مسجد اقصیٰ کی خدمت اور دین کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر دوں گی اور اس سے مگر کا کوئی کام نہیں لوں گی۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

”اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ

بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

(آل عمران آیت ۳۵)

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب! جو میرے شکم میں

ہے۔ اسے تیرے لئے آزاد کرنے کی نذر مانتی ہوں۔ تو اسے

میری طرف سے قبول فرما۔ بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا۔

اور (نبیوں کو) جاننے والا ہے۔

سیدہ حند کی شدید خواہش تھی کہ رب العزت انہیں ”بیٹا“ نصیب فرمائے مگر

مدت حمل کے بعد جب ولادت کا مرحلہ آیا تو حند کو یہ معلوم کر کے کہ اللہ کریم نے انہیں

”لڑکی“ عطا فرمائی ہے۔ سخت حیرانی ہوئی۔ لیکن جہاں تک اولاد کا تعلق ہے، حند کے

لئے یہ لڑکی بھی لڑکے سے کم نہ تھی، مگر انہیں یہ افسوس ضرور ہوا کہ میری نذر پوری نہ ہو

سکے گی۔ کیونکہ لڑکی تو بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ کا حقہ ختم انجام نہیں دے سکے

گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے افسوس کو یہ کہہ کر خوشی سے بدل دیا کہ ”ہم نے تمہاری لڑکی کو ہی قبول فرمالیا ہے۔“ قرآن حکیم بیان فرماتا ہے کہ سیدہ مریم کو سیدہ حنہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیت المقدس کے لئے وقف کیا کہ اے باری تعالیٰ!

وَإِنِّي سَمِعْتُهَا مَرَّتَـمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ (آل عمران آیت ۳۶)

اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے ”تیری پناہ“ میں دیتی ہوں۔

آپ قرآنی الفاظ پر غور فرمائیں تو یقیناً مسئلہ واضح ہو جائے گا کہ سیدہ حنہ نے بھی ”اللہ کی پناہ“ کے الفاظ استعمال فرماتے ہوئے اپنی صاحبزادی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

سیدہ مریم کا تعوذ

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کا تعوذ بھی ذکر فرمایا ہے کہ جب سیدہ الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام سیدہ مریم کے گوشہ تنہائی میں انسانی شکل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ایک اجنبی شخص کو اس طرح سامنے کھڑا دیکھ کر گھبرا گئیں اور اسے فوراً خدا کا واسطہ دے کر فرمایا۔ اگر تجھے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تو میں تجھ سے ”رحمان کی پناہ“ میں آتی ہوں۔ قرآن حکیم نے حضرت مریم کے کلمات تعوذ کو اپنی آیات میں یوں محفوظ کیا ہے۔

قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ لَوْحْمِي مِنْكَ إِنِّي كُنْتُ تَقِيًّا ○

(مریم آیت ۱۸)

مریم (علیہا السلام) نے کہا کہ میں تجھ سے اللہ رحمان کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو پر ہیوز گار ہے۔

کفار کے مقابلے میں تعوذ

امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں مشرکین کا رویہ بڑا عجیب و غریب تھا، وہ کسی معقول وجہ کے بغیر ہی آپ ﷺ سے بحث و گفتگو کرتے اور آپ کا وقت ضائع کرتے تھے اور اچھے بھلے سمجھدار اور فہمیدہ افراد بھی بلاوجہ بات کو طول دیتے اور بے جا اعتراض کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کی اندرونی کیفیت اور دلوں کی اصل الجھن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اے میرے رسول ﷺ! ان کے قبول حق میں اصل رکاوٹ اقتدار کی ہوس اور سرداری کی خواہش ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ کو پیشوا، رہنما اور مقتدا مان لیا تو ہمیں اپنی چودھراہٹ سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ اور یہ ان کے نزدیک گھائے کا سودا اور نقصان دہ بات تھی۔ کفار کی نکتہ چینی اور محنت بازی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کی فضول باتوں پر دھیان ہی نہ دیا کریں۔ بلکہ ان کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے "اپنے رب کی پناہ طلب کیا کریں" کیونکہ جسے وہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لے دنیا کی کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ قرآنی الفاظ اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ
فِي ضَلُّوهُمْ إِلَّا يَجْتَمِعُ مِثْلَهُمْ بِمَا لِيَهُمْ فَلَا يَنْفَعُهُمْ
بِاللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (مؤمن آیت ۵۶)

بے شک جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ ان کے سینوں میں صرف بڑائی کی ایک ہوس ہے جسے وہ پانہیں سکیں گے۔ تو آپ "اللہ کی پناہ طلب کیجیے" بے شک وہی سننے والا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

امام الانبیاء ﷺ کو حکم

مدینہ منورہ کے ایک یہودی لبید بن اعصم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جادو کر دیا تھا۔ جس کے معمولی اثرات بھی آپ ﷺ نے محسوس فرمائے تھے۔ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ، اے اللہ کے رسول! ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہوا ہے اور وہ جادوگلاں کنویں میں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اسے منگوا لیا۔ وہ ایک سنگسار کے دندانوں اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سونیاں چبھوئی گئی تھیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الہی آپ کو قرآن حکیم کی آخری دو سورتیں یعنی سورۃ اللق اور سورۃ الناس پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جنہیں ”معوذتین“ کہا جاتا ہے۔ ان دونوں سورتوں کی آیات کی تعداد گیارہ ہے۔ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے چلے جاتے تھے اور گرہ کھلتی جاتی اور سوئی نکلتی جاتی تھی۔ جب ان دونوں سورتوں کی گیارہ آیات کی تلاوت مکمل ہوئی تو گیارہ کی گیارہ گرہیں کھل چکی اور سونیاں نکل چکی تھیں اور آپ ﷺ اس طرح صحیح ہو گئے۔ جس طرح کوئی شخص جکڑ بندی سے آزاد ہو جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطب)

جادو کا یہ موثر علاج بھی اللہ تعالیٰ نے ”معوذ“ ہی کی شکل میں نازل فرمایا۔ اللہ رب العزت نے رسول محترم ﷺ کو تعوذ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝ (الفلق: ۱ تا ۵)

(اے رسول ﷺ) کہہ دیجیے۔ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس کی پیدا کردہ ہر چیز کی برائی سے۔ اور اندھیری رات

کی برائی سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے۔ اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی برائی سے اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے۔

قُلْ أَغْوُذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلَهِ النَّاسِ ○
○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَافِضِ ○ الْبَاسِ ○ يُونُسُ بْنُ
هُذَافٍ ○ مِنَ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ (الناس: ۱ تا ۴)

(اے پیغمبر ﷺ) کہہ دیجیے میں انسانوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔ لوگوں کے مالک (اور) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں آتا ہوں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں سے۔

قرآن حکیم کے اشعار ہوں پیارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کو شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ یہ اگرچہ حکم رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر درحقیقت امت کو شیطانی وسوسوں اور ابلیسی حملوں سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ اے میرے رسول ﷺ

وَقُلْ رَبِّ اغْوُذْ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَأَغْوُذْ بِكَ
رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونَ ○ (مؤمنون آیت ۹۷، ۹۸)

اور کہہ دیجیے اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ (شیطان) میرے پاس آئیں۔

استعاذہ اور تسمیہ کا باہمی تعلق

استعاذہ کا معنی و مفہوم سمجھ لینے کے بعد یہ امر بدیہی طور پر سامنے آ جاتا ہے کہ

انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیاز مندی کے ساتھ سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی بے بسی و بے کسی اور عاجزی و ناتوانی کا اعتراف کرتا ہے۔ شیطانی خصائل و رذائل، طاغوتی فتن و شرر اور ابلیس لعین کے بہکاؤں سے پناہ مانگ لی ہے۔ اس لئے اب اسے ذات الوہیت کی بے پایاں رحمتوں اور عنایتوں کا مژدہ جانفز اسناد یا جانا چاہیے۔ اب تو شیطان رجیم سے پناہ مانگنے والے کو رخص و رجیم کا سایہ عاطفت میسر آئی جانا چاہئے۔ اصل دعا تسمیہ الہی کا لباس فاخرہ پہنتا ہے۔ لیکن اس سے قبل ضروری ہے کہ انسان اپنے قلب و باطن کو روحانی آلائشوں سے پاک کرنے کے لئے غسل استعاذہ کر لے۔ کیونکہ طہارت کاملہ کے بغیر انسان باری تعالیٰ کے سرچشمہ الوہیت، سرچشمہ رحمانیت اور سرچشمہ رحیمیت سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔

مستزاد یہ کہ بغرض تلاوت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا پڑھنا گویا علوم قرآنی کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہوتا تھا۔ چنانچہ بسم اللہ سے قبل استعاذہ کی تعلیم اس لئے دی گئی کہ انسان شیطان کے گمراہ کن حملوں سے بچنے کے لئے ذات حق کی پناہ طلب کر لے تاکہ وہ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے ”یہْدٰی بِہٖ کَثِیْرًا“ کے زمرے میں شامل ہو سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ”یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا“ کے فرب آفریں بہنور میں پھنس کر گم گشتہ راہ ہو جائے۔ اس لحاظ سے بیان استعاذہ کی حیثیت درحقیقت مضمون تسمیہ کی ضروری تمہید، حصول ہدایت کی محفوظ سبیل اور احتمال گمراہی کی حفاظتی تدبیر کی تھی، سو وہ پہلے ہو چکی۔ اب اصل مضمون تسمیہ کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اگر استعاذہ اور تسمیہ کے تعلق کو ملخصاً سمجھنے کی کوشش کی جائے تو یوں کہا جائے گا کہ:

۱۔ استعاذہ میں عقائد باطلہ اور اعمال میسرے پر ہیز تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ میں عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی طرف رجوع ہے۔

۲۔ استعاذہ میں ماسویٰ شے سے التعلق اور علیحدگی کا اعلان تھا، بِسْمِ اللّٰهِ میں توجہ الی اللہ کا باقاعدہ اقامہ ہے۔

۳۔ استعاذہ میں ہر قسم کے شر سے حفاظت طلب کی گئی تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ میں

انعامات و عنایات ایزدی کا سوال کیا جا رہا ہے۔

- ۳۔ استعاذہ کے ذریعے باطنی طہارت اور روحانی بالیدگی حاصل کی گئی تھی، بِسْمِ اللّٰہ کے ذریعے قرآنی انوار و تجلیات کے نزول کا آغاز ہو رہا ہے۔
- ۵۔ استعاذہ گمراہی سے بچاؤ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ ہدایت کا حصول ہے۔
- ۶۔ استعاذہ عزم سفر تھا، بِسْمِ اللّٰہ حصول منزل ہے۔
- ۷۔ استعاذہ مریض کے لئے مجوزہ پر بیڑ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ اس کا مجوزہ علاج ہے۔
- ۸۔ استعاذہ رذائل اخلاق اور خصائص ذمیرہ سے نجات حاصل کرنا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ سے خود کو اوصاف و اخلاق البیہ سے متعفف کرنا ہے۔
- ۹۔ استعاذہ بغض و عناد سے برأت کا نام تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ پیکر رحمت و رافت قرار پانے کا نام ہے۔
- ۱۰۔ استعاذہ خدا کی دوری سے پناہ مانگنے کا نام تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ اس کے قریب و وصال کی طلب کا نام ہے۔
- ۱۱۔ استعاذہ اپنی عاجزی کا اعتراف تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ خدا کی قدرت کا اعتراف ہے۔
- ۱۲۔ استعاذہ کا آغاز نفس امارہ کے شعور اور اس کی مذمت سے ہوا تھا، بِسْمِ اللّٰہ کا آغاز ”نفس اوارہ و ملہمہ“ کے شعور اور ان کی تحسین سے ہوتا ہے۔
- ۱۳۔ استعاذہ کا ثمرہ و نتیجہ ”نفس مطمئنہ“ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہ کا ثمرہ ”نفس راضیہ و مرضیہ“ ہے جو فی الحقیقت ”نفس کاملہ“ قرار پایا ہے۔
- ۱۴۔ استعاذہ میں شخصیت کی اصلاح تھی، بِسْمِ اللّٰہ میں اس کا منجھائے کمال ہے۔ ہم نے اللہ رب العالمین کی توفیق سے تعویذ یعنی ”اللہ کی پناہ“ کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا خلاصہ مختصر پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو شیطان کے حملوں، وسوسوں اور شرارتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دوسرا باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کی

تفسیر و تشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر

كُلُّ اَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يَبْدَأْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ ابْتَرُ وُفِي

روایۃ فقہو القطع؟ فی روایۃ فقہو اجزم

ہر اچھا کام جس کی ابتداء اللہ کے نام کے ساتھ نہ ہو وہ کام دم

بریدہ ہے برکت ہوتا ہے یعنی اس کام میں برکت نہیں ہوتی۔

حدیث مذکورہ کا مطلب

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جو بھی اچھا کام ہو، خواہ اس کا تعلق دنیا کے ساتھ ہو یا اس کا تعلق دین کے ساتھ ہو اس کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھا کرو جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ اگر آپ تاجر ہیں تو تجارت کی ابتداء بسم اللہ سے، اگر آپ دکاندار ہیں، دکان کھولتے وقت بسم اللہ، اگر آپ طالب علم ہیں تو کتاب پڑھتے وقت بسم اللہ، اگر آپ ڈرائیور ہیں تو گاڑی چلاتے وقت بسم اللہ، اگر کھانا کھانے کا ارادہ ہے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیجیے۔ ایک بندہ جب کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا تو وہ خالق کائنات کیسے کسی کی محنت کو ضائع کریں گے۔

تفسیر الموسوم بہ فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ وضو کرتا ہے اگر ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے جب تک وضو کرتا رہے گا فرشتے اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ اسی طرح جب گاڑی کو بسم اللہ پڑھ کر چلائیں گے یا سوار ہوں گے تو جب تک اس گاڑی میں سفر کریں گے فرشتے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھتے جائیں گے۔

حدیث مذکورہ پر سوال

ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں یہ سوال ہو حدیث میں آتا ہے جس کام کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ کام ہی نہیں ہوتا، حالانکہ بہت سے کام ایسے ہیں کہ ان کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھتے اور وہ کام ہو جاتا ہے، وضوء کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھتے وضوء ہو جاتا ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس کام کا وجود تو بغیر بسم اللہ کے ہوگا لیکن اس پر جو اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے وہ بغیر بسم اللہ کے نہ ہوگا۔ جیسے وضوء کو لے لیجئے گا اس کی حیثیتیں ہیں۔ مفتاح الصلوٰۃ یعنی جس سے نماز صحیح ہو، وہ تو بغیر بسم اللہ کے ہی ہوگا لیکن ایک یہ وضوء مستقل عبادت ہو اس وضوء پر یہ بھی ثواب ملے یہ اس وقت ہوگا جب اس کی ابتداء میں بسم اللہ اٹخ ہو۔

بسم اللہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انمول قول

حضرت علی رضی اللہ عنہ (جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں) فرماتے ہیں جتنے بھی علوم ہیں وہ سب کے سب کتب سماویہ میں موجود ہیں۔ کتب سماویہ کے سب علوم چار آسمانی کتابوں میں (تورات، زبور، انجیل، قرآن) میں ہیں ان چار کتابوں کے علوم قرآن میں ہیں۔ پورے قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے۔ پوری فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ اٹخ میں ہے پوری بسم اللہ کا خلاصہ بسم اللہ کی ب میں موجود ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ سب علوم کا خلاصہ بسم اللہ کی ب میں موجود ہے اس مذکورہ قول کی وضاحت یہ ہے سب علوم سے مقصود یہ ہے کہ

بندہ کا وصل (مل) ہو جائے اس ذات سے جس ذات نے اس کو پیدا کیا پیدا کرنے کے بعد سب نعمتوں سے سرفراز کیا اس کو۔ جیسے فرمان الہی ہے:

وَإِنْ تَعْلَمُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اگر خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے ہو۔

اور یہ سب نعمتیں اس کو خدا کی ذات نے عطا کی ہیں۔ فرمان الہی ہے:

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَبِمَنْ اللَّهِ

جو بھی نعمت تمہارے پاس ہے وہ سب کی سب خدا کی طرف سے

ہے۔

ایسی ذات سے اس کو وصل ہو جائے۔ بندہ بسبب گناہوں کی نجاستوں اور غلاظتوں کے خدا سے دور ہے۔

عربی زبان میں ب آتی ہے الصاق یعنی ملانے کے لئے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ خدا کی یاد میں اتنا مشغول اور مستغرق ہو جائے کہ اس کو وصل ہو جائے خدا کی ذات سے اور یہ معنی بسم اللہ کی تَب میں موجود ہے۔ اس بنا پر فرمایا کہ سب علوم کا خلاصہ بسم اللہ کی تَب میں ہے۔

بسم اللہ میں انفرادی نکات

تکلیف: علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کی تَب کو لیا گیا لفظ ہو، کے معنی نیکی اور احسان کرنے کے آتے ہیں، جیسے خدا تعالیٰ کا قول ہے: لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُؤُوا وَجُوهَكُمْ الْخ (سورۃ بقرہ)

مطلب اس کا یہ ہوا کہ خداوند نیکی اور احسان کرنے والے ہیں مؤمنین پر دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں آخرت میں یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے ایمان والوں کو:

وَجُوهٌ يُؤْمِنُ فَاصْرَعُ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

بہت سے چہرے قیامت کے دن خدا کا دیدار کرنے والے ہوں گے۔ کون سے چہرے ہوں گے، ان سفید چہروں کو دیدار ہوگا۔ ایک مقام میں فرمایا کہ

وَجُوهٌ يُؤْمِنُ بِمُنْفِرَةٍ مُّضَاهِكَةٍ مُّسْتَبِشِرَةٍ الْخ
کتنے منہ اس دن روشن ہیں ہنستے خوشیاں کرتے۔

مذکورہ آیت کی تشریح حدیث کی روشنی میں

صحیح نبوت کے پر دانوں کے سامنے جب یہ آیت آتی ہے یعنی حضرات صحابہ کرام کے سامنے جب یہ آیت آتی ہے ”بہت سے چہرے خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوں گے۔“ ذہن میں سوال کھٹکتا ہے کہ جب دنیا میں کسی مقام پر بہت سا اجتماع اور ازدحام ہو جائے انسان اس کو نہیں دیکھ سکتا کثرت کی وجہ سے۔ قیامت کے دن خدا کی سب مخلوق وہاں پر جمع ہوگی یہ سب مخلوق خدا کو کیسے دیکھے گی۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پر وانو پریشان مت ہو جائیے، جیسے دنیا میں سورج لگا ہوا ہے تم سب اس کو دیکھتے ہو بغیر ازدحام بغیر تکلیف، اسی انداز میں قیامت کے دن سب لوگ خدا کا دیدار کریں گے بغیر ازدحام۔ مقصد یہ ہے آخرت میں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر احسان فرمائیں گے اپنے دیدار کے ذریعے سے، اس سے بڑھ کر بڑی چیز یہ ہوگی کہ اپنی رضا عطا فرمائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ

لوگو! اگر کسی کو خدا کی رضا نصیب ہو جائے تو یہ سب سے بڑی

چیز ہے۔

اس مقام پر تفسیر فتح العزیز میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ بعض اصحاب کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا اور وہ بیمار ہو گیا، اس

مؤمن نے کہا ایمان لے آ۔ یہودی نے کہا کس چیز پر اسلام لاؤں اور کیا حاصل ہوگا۔
مؤمن نے کہا دوزخ سے نجات ہوگی، یہودی نے کہا اس کی مجھے پروا نہیں میں دوزخ
سے نہیں ڈرتا پس مؤمن نے کہا اسلام کی برکت سے خدا تعالیٰ آپ کو جنت میں داخل
فرمائیں گے، وہ جنت کہ جس کا نقشہ قرآن نے اس انداز میں کھینچا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ط فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ
أَسِنٍ ؕ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ
لِلشَّارِبِينَ ؕ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ
كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ (محمد، آیت ۱۰)

جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی صفت یہ
ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو چنے والوں کے لئے
(سراسر) لذت ہے اور مصفا کی نہریں ہیں (جو حلاوت ہی
ہے) اور (وہاں) ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے
پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔

وَلَا يَكْنُهِ بِمَا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ؕ
وَأُخُورٌ عَيْنٍ ؕ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ؕ جَزَاءُ مِمَّا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ؕ (سورۃ واقعہ)

اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں اور پرندوں کا گوشت
جس قسم کا ان کا تہی چاہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں
جیسے (حفاظت سے) تہ کئے ہوئے (آبدار) موتی، یہ ان کے
اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ

(حم السجدہ آیت ۳۱)

اور وہاں جس (نعت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو

چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی۔

ایسی جنت میں اللہ تعالیٰ آپ کو داخل فرمائیں گے۔ ایسی جنت جس کے

بارے میں ارشاد ہے:

مَقْلُ الْجَنَّةِ النَّبِيُّ وَبَعْدَ الْمُتَّقُونَ ط فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ
 آمِنٍ ؕ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ ؕ وَأَنْهَارٌ مِنْ
 خَمْرٍ لَذِيَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ؕ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى ط وَلَهُمْ
 فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ۔

یہودی نے کہا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ مومن نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے

یہودی نے کہا کہ اسلام لاتا ہوں اس شرط پر کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنے دیدار والی نعمت
 عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں۔ مومن نے کہا اسلام لے آئیے خدا تعالیٰ یہ حیران مطلق بھی
 عطا فرمائیں گے۔ یہودی نے کہا اس کو ایک کاغذ پر لکھ دیں ایک کاغذ پر اس کو لکھ دیا پھر
 وہ یہودی مسلمان ہوا اور مر گیا جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اس نے نماز جنازہ پڑھی
 اور دفن کیا اس کو وہ مومن کہتے ہیں میں نے اس کو خواب میں دیکھا خوش و غرم پھر رہا
 ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اس نے کہا خدا تعالیٰ نے
 مجھے بخش دیا ہے۔ وہ ذات اس انداز میں احسان فرماتے ہیں اس کی رحمت تو بہانے
 ڈھونڈتی ہے کسی طرح بندہ میرے ساتھ اپنے قتل کو پیدا کریں میں اس کی مغفرت
 کر دوں۔ (۱) وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو۔
 (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک
 کام کرنے والوں سے۔

حدیث کی روشنی میں ایک واقعہ

صحیح حدیث میں آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے ایک بدکارہ عورت تھی، پوری عمر
 اس نے خدا کی نافرمانی، معصیت، بغاوت میں صرف کی۔ ایک دن چلتے راستے میں

دیکھتی ہے ایک کنواں ہے کتا انتہائی پیاسا ہے اپنے منہ کو کنواں میں کئے ہوئے کوشش کرتا ہے لیکن پانی تک رسائی نہیں ہوتی۔ عورت نے ڈول لیا اپنے دوپٹہ کی رستی بنائی، پانی نکالا پہلے کتے کو پلایا پھر خود پیا، اس فعل پر خدا تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی، اس کی جہنم کو جنت میں بدل دیا، اس کے قیامت کے دن پہننے والے آئسوؤں کو مسکراہٹوں میں بدل دیا۔

دیکھئے اس کی رحمت کس انداز میں بہانے ڈھونڈتی ہے، کس انداز میں احسان فرماتے ہیں اپنی مخلوق پر۔ بسم اللہ کی بکور سے لیا گیا ہے۔

سین پر بحث

بسم اللہ کی سین نکل ہے صفت سمیع ہے، جیسے قرآن میں ہے اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْغَلِيْمُ خدا ہی کی ذات سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ بسم اللہ کی سین اشارہ کرتی ہے اس بات کی طرف کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک خدا کی جتنی بھی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ سب کی دعاؤں کو سننے والے ہیں۔

ایک واقعہ

اس مقام پر تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ ایک منافق کے ساتھ مکہ سے طائف گئے، جب یہ حضرات ایک ہمایان جنگل میں پہنچے تو منافق نے کہا آنو ذرا آرام کرتے ہیں دونوں جنگل میں داخل ہوئے اور سو گئے۔ پھر منافق نے اٹھ کر حضرت زید کی خوب مضبوطی سے باندھ دیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کو آج قتل کر دیا جائے، نیست و نابود کرنا چاہیے۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کس وجہ سے مجھے قتل کرتا ہے، منافق نے کہا کہ اس وجہ سے کہ تو محمد عربی کو دوست رکھتا ہے اور میں ان کو دشمن رکھتا ہوں۔ حضرت زید نے کہا اے رحمن آج میری فریاد کو پہنچ۔ اس پر منافق نے غیب سے ایک آواز سنی ہلاکت ہو تیرے

لئے مت قتل کر اس کو۔ وہ منافق اس جنگل سے نکلا اور دیکھا تو وہاں پر کوئی بھی اس کو نظر نہ آیا پلٹ کر دوبارہ اس منافق نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا پھر قریب آواز سنی کوئی شخص کہتا ہے مت قتل کر اس کو اور ناگاہ ایک سوار ظاہر ہوا اس کے پاس ایک نیزہ تھا اس سوار نے اس منافق خناس کو ایک ضرب لگائی اور وہ مر گیا اور اس سوار نے جنگل میں آ کر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو کھول دیا اور کہا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اس پر اس سوار نے اپنا تعارف کر دیا کہ میں جبرائیل ہوں جس وقت آپ نے دعا کی میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا خدا تعالیٰ نے حکم دیا اے جبرائیل میرے بندے کی مدد کے لئے پہنچ، دوسری مرتبہ میں آسمان دہنیا پر آ گیا تھا۔ جب آپ نے تیسری مرتبہ پکارا تو میں منافق کے پاس پہنچ گیا اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

دیکھئے خدا اس انداز میں سنتا ہے بندہ زمین پر پکارتا ہے خدا اس کو آسمان پر سنتا ہے اور جبرائیل کو حکم دیتا ہے فوراً پہنچ جائے میرے بندہ کی اعانتہ کے لئے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔

ایک مقام پر فرمایا:

إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَلَا تَنِي قُرْبًا ۖ أَجِيبْ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَاَنِ (البقرہ)

اور جب تم سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں، قبول کرتا ہوں دعا۔ مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے۔

خدا تعالیٰ کتنے قریب ہیں قرآن نے جواب دیا:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورہ ق)

ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔

دوسرا واقعہ

اس مقام پر مولانا رومی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ راستے سے گزرتے ہیں حکم ہوتا ہے اس پتھر پر لاشی لگائیے لاشی لگاتے ہیں دوسرا پتھر نکل آتا ہے پھر لاشی لگاتے ہیں کیڑا ظاہر ہوتا ہے، پھر لاشی لگاتے ہیں تو ایک کیڑا ہے اس کے منہ میں سبز پتہ موجود ہے۔ فرمایا لوگو اس پتھر کی گہرائی میں چلنے والے کیڑے کی آواز کی خدا تعالیٰ عرش پر سنتے ہیں۔ بہر حال بسم اللہ کی سین مشق ہے مفت سمیع ہے۔

بسم اللہ کی میم پر بحث

میم سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عرش سے لے کر تحت الثوری تک ملکیت خدا تعالیٰ کی ہے جس کے بارے میں قرآنی ذوق یہ بتلاتا ہے، سبذی فرماتے ہیں ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں خشک سالی ہوگئی، لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دعا کرنے کی درخواست کی حضرت سلیمان علیہ السلام نکلے ہیں کیا دیکھتے ہیں ایک چوٹی اپنے پاؤں پر کھڑی ہے دونوں ہاتھ پھیلا رہی ہے، کہتی ہے:

اللھم انا خلقی من خلقک ولا غنی عن فضلک

اے پروردگار میں ایک مخلوق ہوں تیری مخلوقات میں سے اور مجھے تیرے فضل سے بے پرواہی نہیں ہے۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے یندر سنا شروع ہو گیا۔

لفظ اللہ پر بحث

علامہ فخر الدین رازی التوفی ۷۱۰ھ نے لکھا ہے:

ان لله تعالیٰ أربعة آلاف اسم، ألف منها في القرآن

والاخبار الصحيحة وألف منها في التوراة وألف منها في
 الانجيل وألف منها في الزبور ويقال ألف آخر في اللوح
 المحفوظ ولم يصل ذلك الألف الى عالم البشر
 بے شک اللہ تعالیٰ کے چار ہزار نام ہیں ان میں سے ایک ہزار
 قرآن اور صحیح احادیث میں، اور ایک ہزار ان میں سے تورات
 میں، اور ان میں سے ایک ہزار انجیل میں، اور ایک ہزار زیور
 میں ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اور ایک ہزار لوح محفوظ میں ہیں جو
 کہ یہ عالم بشر کو نہیں پہنچے ہیں۔

لفظ اللہ قرآن میں

لفظ اللہ اسماء حسنیٰ میں سب سے زیادہ قرآن میں استعمال ہوا ہے قال
 المجید الفيروز آبادی، لاشی من الاضماء يتكرر في القرآن المجید
 وفي جميع الكتب المذكورة، یعنی فرماتے ہیں قرآن میں اور تمام آسانی کتابوں
 میں جتنی مرتبہ لفظ اللہ استعمال ہوا ہے اور کوئی نام اتنی مرتبہ استعمال نہیں ہوا۔ لفظ اللہ
 قرآن مجید میں ۲۵۶۰ سے کچھ زیادہ استعمال ہوا۔ اور مجمل میں ہے لفظ اللہ قرآن میں
 مرفوع اور منصوب اور مجرور تینوں طرح آیا ہے۔ مرفوع ۹۸۰ مرتبہ منصوب ۵۹۲
 مرتبہ، مجرور ۱۱۲۵ مرتبہ گویا کل ۲۶۹۷ مرتبہ لفظ اللہ آیا ہے قرآن میں۔

لفظ الرحمن رحیم

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں الرحمن ورحیم کے معنی ایک
 ہیں یہ مترادف الفاظ ہیں ندیمان اور ندیم دونوں لفظوں کی طرح۔
 بعض نے لکھا ہے کہ الرحمن میں مبالغہ زیادہ ہے نسبت رحیم کے، کیونکہ

قانون یہ ہے کہ جس کلمہ میں الفاظ زیادہ ہوں گے اس میں معنی کی بھی کثرت ہوگی۔

رحمن فقط ذات باری تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے رحیم کا اطلاق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے جیسے بالمؤمنین وءوف رحیم
رحمن میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے وہ اس انداز کا ہے:

(۱) باعتبار کثرت رحمت ایجادی کے

(۲) باعتبار کثرت افراد مرحومین کے

(۳) کیفیت کی زیادتی کے اعتبار سے یعنی بڑی رحمتوں کی طرف اشارہ ہے رحمن
رحمت دنیا کی عالم ہے نیک اور شردونوں کے لئے اس کی طرف اشارہ ہے لفظ
رحمن سے آخرت کی رحمت خاص ہوگی مؤمنین کے لئے اس کی طرف اشارہ ہے لفظ
رحیم سے۔

ضحاک رحمہ اللہ کا قول

ضحاک مشتق ہے ضحک سے، اس کے معنی ہنسنے کے آتے ہیں۔ علماء
نے لکھا ہے غالباً یہ تین سال اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے، جب پیدا ہوئے تو مسکرا
رہے تھے، اس وجہ سے ان کا نام ضحاک ہو گیا۔ بہر حال ضحاک رحمہ اللہ فرماتے
ہیں: اللہ رحمن سے اشارہ اس بات کی طرف کہ خدا کی رحمت کا ظہور ہوتا ہے آسمان
والوں پر الرحیم سے اشارہ ہے اس کی رحمت کا نزول ہوتا ہے زمین والوں پر۔

حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول

رحمن وہ ہے جو اس سے سوال کریں اس کو پورا کرے۔ رحیم اس کو کہتے
ہیں جو اس سے کچھ طلب نہ کریں تاخوّل ہو اور غصہ میں آجائے۔

بعض کا قول

بعض علماء نے فرق اس طرح بیان کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں طرح طرح کی

نعمتیں یہ رحمت رحمانی ہے:-

وَإِنْ تَعْلَمُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا... وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ
فَلْيَنْزِلِ اللَّهُ

آفات کا، مصائب کا، بلیات کا دور کرنا یہ سب رحمت رحیمی ہے۔

رحمن کا لفظ شامل ہے بڑی بڑی نعمتوں، اصول کلیات والی نعمتوں کو اور
رحیم کا لفظ شامل ہے حقیر اور چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی طرف۔

لفظ رحمن کے بعد رحیم کا لانا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اے
انسان میرے دربار سے ادنیٰ سے ادنیٰ چیز مانگتے ہوئے شرم دامنگیر نہ ہو اور ہے
دھڑک ہو کر اللہ سے سوال کر لے یہاں تک کہ جوتی کا تہہ تک مانگنا ہو تو خدا تعالیٰ
سے مانگے اس بنا پر یہ لفظ لائے۔

بعض نے کہا کہ رحمن سے اشارہ کرنا ہے ان نعمتوں کی طرف جن کے دینے
سے بندہ عاجز ہو جیسا کہ زندگی، مٹائی وغیرہ کا عطا کرنا رحیم سے اشارہ ہے اس
بات کی طرف کہ بندوں سے حاصل ہونا بھی ممکن ہے جیسے مرض کی تشخیص معالجہ کرنا
دوائی سے، امور معاش کے ذریعہ سے کسی کی نفرت کرنا۔ ان کی طرف اشارہ ہے لفظ
رحیمی سے، بس گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں بندے! میں رحمن ہوں نطفہ گندہ تو
میرے حوالہ کرتا ہے میں اس کو آدمی خوش قالب اور خوبصورت بنا کر تیرے حوالہ کرتا
ہوں جس کو قرآن پاک نے بیان کیا ہے:

أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ (المرسلات آیت ۲۰)

کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُنْفَخُ ۝ (النجم آیت ۱۶)

ایک بوند سے جب پٹکائی جائے۔

أَلَمْ يَكُنْ نُّطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُنْفَخُ ۝ (القبلة آیت ۲۷)

بھلا وہ نہ تھا ایک بوند منی کی جو پٹکی۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُطْغَةً. (المؤمنون)

پھر بنایا اُس بوند سے لہو جما ہوا پھر بنائی اس لہو جسے ہوئے سے گوشت کی بوٹی۔

آخر میں جا کر کہا:

فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

بطور احسان کے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

خَلَقَكُمْ فَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ اَللّٰهُ (التغابن آیت ۳)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التين)

اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے لفظ رحمن سے۔ اور اے انسان! تو تو عظم شک

بوسیدہ میرے حوالہ کرتا ہے اور میں اس کو درخت مع شاخ، پتوں اور پھلوں کے تجھے عطا

کرتا ہوں یہ سب میرا احسان ہے، اسی چیز کو قرآن نے سورۃ واقعہ میں بیان فرمایا ہے:

اَنۡتُمْ نَدْرَعُوْهُ اَمْ نَحْنُ الزَّادِعُوْنَ ۝ اَنۡتُمْ اَنْشَاْتُمْ

شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنۡشِئُوْنَ ۝ (الواقعة)

کیا تم اس کو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کر دینے والے۔ کیا تم

نے پیدا کیا اُس کا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

چرواہے کی اپنے رب سے راز و نیاز

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا کہ وہ

کہہ رہا تھا: اے کریم! اے اللہ! تو کہاں ہے میں تیرا خادم ہو جاؤں؟ اور تیرے

موزے بٹا کروں، تیرے سر میں کنگھی کیا کروں، تو بتلا دے کہ تو کہاں ہے تاکہ میں

تیری خوب خدمت کروں، تیرے کپڑے بٹا کروں اور ان میں بخیہ کیا کروں، تیرے

کپڑے دھویا کروں، تیرے بالوں کی اور کپڑوں کی جوئیں مارا کروں، اور تیری

خدمت میں دودھ حاضر کیا کروں، اور اگر اتفاقاً آپ کو کوئی مرض لاحق ہو تو میں

رشتہ داروں، عزیزوں کی طرح آپ کی تیمارداری کروں، آپ کے ہاتھ چوموں اور پاؤں دباؤں، جب آپ کے سونے کا وقت ہو تو آپ کی خواب گاہ کو کوٹھے کرکٹ سے صاف کیا کروں، اے خدا میری جان اور میرے بال بچے اور میرا گھربار تجھ پر قربان، اگر مجھے تیرا گھر معلوم ہو جائے تو صبح و شام دونوں وقت تیرے لئے دودھ اور کھجی لایا کروں، اور تیرے لئے پنیر اور روغنی روٹیاں اور دہی کی منگیاں تیار کروں اور صبح و شام دونوں وقت تیری خدمت میں حاضر کیا کروں۔ بس میرا کام لانا ہوا اور تیرے کام کھانا، اے اللہ! میری بکریاں تجھ پر قربان، اور اے وہ ذات جس کی یاد میں میرا یہ حسرت و افسوس اور آہ و زاری ہے اگر تو مجھے مل جائے تو میں سارے کام کروں.....

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عتاب

غرض وہ چرواہا اسی قسم کی بیہودہ گفتگو کر رہا تھا، یہ گفتگو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ارے چرواہے تو یہ خطاب کس کو کر رہا ہے؟ اس نے کہا اُس کو جس نے ہم سب کو پیدا کیا اور جس سے آسمان و زمین کا ظہور ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو احمق ہو گیا کہ ایسی باتیں کرتا ہے؟ ایسی باتوں سے تو تو مسلمان تو کیا ہوتا الناکافرو ہو گیا، یہ کیا بکواس ہے؟ اور یہ کیسا کفر اور لغویات ہے؟ خبردار ایسی باتیں ہرگز منہ سے مت نکال، اگر یوں چپ نہیں رہا جاتا تو منہ میں روٹی ٹھونس لے، تیرے کفر کی بدبو نے سارے عالم کو گندہ کر دیا، اور تیرے کفر نے دین کے ریشمی لباس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ موزہ اور جوتا تو تیرے لائق ہے بھلا اللہ تعالیٰ کے لئے کب یہ درست ہے کہ موزہ اور جوتا پہنے! اگر تو ان باتوں سے اپنا منہ بند نہ کرے گا تو آسمان سے آگ آئے گی اور مخلوق کو جلا کر راکھ کر دی گی، اور خدا کے قہر اور ناراضگی کی معنوی آگ تو ابھی چمکی ہے، تیرے منہ سے جو یہ الفاظ نکل رہے ہیں اسی خدا کی ناراضگی کی آگ کا اثر ہے، جو تیرے باطن پر نازل ہو چکی ہے اور اسی وجہ سے تیرے جان و دل سیاہ ہو چکے ہیں۔

اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے تو اس کی شان میں یہ بیہودہ گوئی اور گستاخی تو نے کیسے بارو کر لی؟ سچ ہے کہ ”نادان کی دوستی بھی دشمنی ہے“ ارے یاد رکھ حق سبحانہ و تعالیٰ کو اس قسم کی خدمات کی ضرورت نہیں، تو یہ باتیں کس سے کہہ رہا ہے، کیا اپنے بچپا سے یا اپنے ماموں سے کہہ رہا ہے؟ اور خدا تیرے ماموں اور بچپا کی طرح ہے؟ بھلا خدائے پاک کی صفات میں جسم ہونے یا محتاج ہونے کا کیا دخل؟ دودھ تو وہ پیتا ہے جو ابھی ناقص ہو اور اسے نشوونما کی ضرورت ہو۔ موزہ وہ پہنتا ہے جسے پاؤں کی ضرورت ہو اور خدا کے لئے یہ سب باتیں محال ہیں تو اس سے یہ گفتگو کیسی؟

اور اگر تو خدا کے خاص بندوں کے بارے میں یہ الفاظ کہے تو ان کی شان میں بھی یہ الفاظ مناسب نہیں چہ جائے کہ خدا کی شان؟ (مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ایک ہی لفظ کسی کے لئے تعریف کا لفظ دوسرے کسی اور کے لئے تعریف کے بجائے تکلیف کا سبب بن جاتا ہے مثلاً تم کسی عورت کو کہو کہ تم تو فاطمہ ہو یعنی صفات اور خوبیوں میں سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہو تو یہ اس عورت کی تعریف ہوگی لیکن یہی لفظ اگر کسی مرد کو کہہ دو کہ تم تو فاطمہ ہو تو اس کو ایسا لگے گا کہ جیسے تم نے اس کے سینہ میں نیزہ مار دیا، حالانکہ عورت اور مرد میں اتنی زیادہ دوری بھی نہیں، دونوں ایک ہی جنس ہیں یعنی دونوں انسان ہیں لیکن وہی ایک لفظ عورت کی تعریف بن گیا، مرد کے لئے تکلیف دہ، اور خدا اور بندہ میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں، ہاتھ پاؤں ہمارے لئے تو کمال کی بات ہیں اور ہمارے جسم کی خوبی ہیں، ہمارے لئے راحت اور آسائش کا ذریعہ ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ان سب چیزوں سے پاک ہے اس کے لئے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ انتہائی عیب کی بات ہے اس کے لئے تو لم یلد ولم یولد نہ آیا ہے، یعنی نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، ہر والد اور مولود اسی کا پیدا کردہ ہے، ولادت کسی جسم کی ہو سکتی ہے خدائے پاک جسم سے پاک ہے وہ خود والد یا مولود کیسے ہو سکتا ہے۔

چرواہے کو ہوش آنا اور آنکھیں کھلنا

اس چرواہے نے عرض کیا یا حضرت! آپ نے تو میرا منہ بلی بند کر دیا، شرمندگی اور ندامت سے میری جان جلا دی، اب میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے اس قسم کے گستاخانہ الفاظ کیوں استعمال کئے، اور اب میں کوئی ایک بیہودہ لفظ بھی زبان سے نہیں نکالوں گا، یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک گرم آہ لی اور جنگل کی طرف نکل گیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ کی وحی

موسیٰ علیہ السلام کے پاس حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے وحی آئی کہ آپ نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کیوں کر دیا، آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ بندوں اور حق سبحانہ کے درمیان تعلق پیدا کریں نہ یہ کہ جو تعلق پیدا ہو چکا ہے اس کو منقطع کریں، اب ہم آپ کو متنبہ کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کہجئے گا جس سے ہمارے اور بندوں کے درمیان جدائی ہو کیونکہ میاں اور بیوی کے درمیان (بھی جب کسی طرح نباہ نہ ہو سکے تو اس صورت میں) جدائی بھی ہمیں پسند نہیں لیکن (اسی صورت میں بھی) مصلحت سے ہم نے اس کو جائز رکھا ہے، پس ہم بندوں کی جدائی کو کیونکر گوارہ کریں گے، جب آپ نے اس کو نصیحت فرمائی تھی تو آپ کو خیال کرنا چاہئے تھا کہ ہم نے ہر ایک کی حالت مختلف بنائی ہے اور ہر ایک کو ایک خاص اصطلاح (اور خاص طریقہ) عطا فرمایا ہے (جس طریقہ سے وہ ہم سے راز و نیاز کرتا ہے) اور (وہ اصطلاح اور) وہ طریقہ ایک کے لئے تو مفید ہوتا ہے، دوسرے کے لئے معسر۔ یہ گفتگو اس چرواہے کے حق میں شہد تھی اور آپ کے حق میں زہر۔ اس کے حق میں نور تھی، آپ کے حق میں نار، اس کے حق میں گل تھی آپ کے حق میں خار، اس کے حق میں ٹیک تھی آپ کے حق میں بد (مقصود یہ کہ اس کے حق میں نافع تھی آپ کے حق میں مضر)۔

ہماری شان

اور تمہارا یہ بھلائی اور تعریف کرنا اور ہماری حمد و ثناء کرنا اصل میں تمہارے ہی اعتبار سے ہے اور اس کا فائدہ بھی خود تم کو ہے، ہر ہے ہم..... سو ہماری تو یہ شان ہے کہ ہم تو تمہاری حمد و ثناء اور تسبیح و تقدیس اور پاکی بیان کرنے سے بھی پاک اور بلند ہیں اور تمہاری مذمت سے بھی پاک اور بلند ہیں۔ اور میں نے تسبیح و تقدیس اور پاکی بیان کرنے کا حکم جو تمہیں دیا ہے وہ اپنے کسی فائدے کے لئے نہیں بلکہ محض اس لئے دیا ہے کہ تم پر اپنا انعام کروں اور اس تعریف کرنے سے تم خود ہی اچھی صفات سے متصف ہو (اس لئے کہ جو خدا کی حمد و ثناء اور تعریف کرے گا وہ خدا کا حمد کرنے والا اور خدا کا شکر گزار بندہ کہلائے گا تو درحقیقت خدا کی تعریف کرنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں بندہ کا ہی فائدہ ہے) پس ہندی لوگ ہندی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور وہ ہی ان کے حق میں تعریف ہوتی ہے اور سندھی لوگ سندھی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور وہ ہی ان کے حق میں تعریف ہوتی ہے۔ میں نہ ہندیوں کی تسبیح و تقدیس سے پاک ہوتا ہوں نہ سندھیوں کی (بلکہ میں تو خود اپنی ذات کے اعتبار سے پاک اور ہر چیز سے بلند و برتر ہوں) بلکہ وہ لوگ خود ہی اپنے اس تسبیح و تقدیس کرنے کے ذریعہ پاک ہوتے ہیں اور عمدہ صفات ان کو حاصل ہوتی ہیں اور ان کے منہ سے موتی جھرتے ہیں۔

ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں

پس تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں کہ کس نیت سے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ہم باطن اور حال کو دیکھتے ہیں نہ کہ ظاہر اور قال کو، اگر دل میں خشوع ہو (یعنی دل ہمارے سامنے جھکا ہوا ہو) تو ہم اس کو دیکھیں گے اگرچہ گفتگو سے خشوع ظاہر نہ ہوتا ہو، الفاظ پر کب تک نظر کرو گے ہم کو تو یہ مقصود ہی نہیں بلکہ ہم کو تو دل کا سوز مقصود ہے تم کو سوز سے واقفیت پیدا کرنی

چاہئے اور عشق کی آگ اپنے دل و جان میں جلائی چاہئے اور محض روشن خیالی اور عمدہ الفاظ کو آگ لگا دینی چاہئے لیکن اگر دل کے سوز اور عشق کے ساتھ ساتھ عمدہ الفاظ بھی حاصل ہو جائیں تو نور علی نور ہے۔

عشاق کی حالت

اور جو عشاق ہوتے ہیں وہ عموماً یا تو ناواقف ہوتے ہیں یا مغلوب الحال یعنی اپنے اختیار میں نہیں ہوتے اس لئے وہ ہمارے ہاں معذور شمار ہوتے ہیں ان سے ادب کے الفاظ طلب نہیں کئے جاتے (لیکن یہ خیال رہے کہ عشاق بھی شرعاً اسی وقت معذور سمجھے جائیں گے جب تک وہ اپنے اختیار میں نہ ہوں مغلوب الحال ہوں) تو اُن سے ترک ادب پر گرفت بھی نہیں ہوگی، عاشق تو ہر وقت جلتے رہتے ہیں اور اپنی ہمتی اور آتش و حواس سب کو ہمارے لئے فدا کر چکے ہوتے ہیں، ان کے پاس وہ چیز ہی نہیں جس کی بناء پر ان سے ادب کا مطالبہ کریں یعنی ہوش و حواس ہی درست نہیں، تو ہم ان سے ادب کا کیسے مطالبہ کر سکتے ہیں جیسے ویران جنگل پر ٹیکس نہیں لگتا اس لئے کہ وہاں وہ چیز ہی نہیں جس کی وجہ سے ٹیکس لگے یعنی آبادی، پس ایسے لوگ غلطی کریں تو ان کو غلطی کرنے والا نہیں کہنا چاہئے۔

چرواہے کی تلاش اور ملاقات

فرض جب موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ کا یہ شفقت آمیز عتاب سنا تو اس چرواہے کو تلاش کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے اور اس کے پاؤں کے نشانات ڈھونڈتے جنگل میں پہنچے (اس لئے کہ عشاق کے چلنے کا ڈھنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے تو پاؤں کے نشانات ڈھونڈنے مشکل نہیں ہوئے) اور بالآخر انہوں نے اس کو پالیا اور یہ خوشخبری سنائی کہ تم کو اجازت ہو گئی ہے کہ تم کو کسی ادب اور قرینے کی ضرورت نہیں، جو کچھ تمہارے جی میں آئے کہو، تم کو حق سبحانہ نے جو قائل مختار ہیں (جو چاہیں کر سکتے ہیں) معافی کا پروانہ دیا ہے لہذا بے کھٹکے جو جی میں آئے کہو۔

اس نے عرض کیا جناب والا! اب میری حالت وہ نہیں رہی بلکہ اب مجھے حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے مگر اب میرا دل خون خون ہو گیا ہے اور میں اس میں لتھڑا ہوا ہوں اس لئے اب میں اس کی تعریف کے الفاظ نہیں پاتا بلکہ جو بھی تعریف کروں اپنی ہر تعریف کو اس کے مرتبہ اور اس کی شان سے کمتر پاتا ہوں، میں عروج روحانی اس قدر حاصل کر چکا ہوں کہ اس کو محسوس مثال سے ظاہر کرنے کے لئے یوں کہتا ہوں کہ سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گیا ہوں، میری پہلی حالت اور اب کی حالت کے درمیان بہت بڑا فرق آگیا ہے، خدا حضور کا بھلا کرے کہ آپ نے ایک ہی چابک مار کر میری روح کے گھوڑے کا رخ اس طرف پھیرا کہ وہ ایک ہی جست میں آسمانوں سے اوپر پرواز کر گیا، آپ کے دست و بازو کو آفرین ہے کہ آپ کی بدولت یہ مرتبہ حاصل ہوا۔

چند اہم باتیں

یہ قصہ ختم ہوا اب چند باتوں کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ عوام کسی چیز کا غلط مطلب نہ لیں۔

۱۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا تھا پھر ان پر عتاب کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا فرض منصبی مکمل ہوا (یعنی ایسے بالغ لوگ جو عقل رکھتے ہوں ان) کو تبلیغ کرنا تھا اور یہ چرواہا مغلوب الحال تھا گویا عقل نہیں تھی اس لئے احکام شرعیہ کا مکلف نہیں تھا، اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھوڑا غور فرماتے تو اس کی حالت مشکف ہو جاتی لیکن انہوں نے اس کی حالت پر غور نہیں فرمایا اس لئے شفقت آمیز تنبیہ فرمائی گئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ صرف انسان کے باطن کو اور اس کے دل کو دیکھتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر کو درست کرنے اور شریعت کے مطابق بنانے کی ضرورت

نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی وقت خاص کیفیت میں یا غلبہ حال میں اگر کسی کا ظاہر درست نہ رہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جس وقت اس حالت میں اور اس کیفیت کا غلبہ نہ ہو اس وقت ظاہر کی اصلاح لازمی ہے کیونکہ ظاہر کو شریعت کے مطابق بنائے بغیر باطن کی اصلاح بھی نہیں ہو سکتی۔

بسم اللہ کے اجتماعی نکات

بسم اللہ میں تین اسماء کے ذکر کرنے کی حکمت

نکتہ ۱: خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس پر ایک لطیفہ یا آیت: ایک دیہاتی تھا وہ آم کے درخت کے نیچے آرام کر رہا تھا دل میں خیال پیدا ہوا کہ یا اللہ آپ کے کام کی حکمتیں ذہن میں نہیں آتیں، اتنا بڑا آم کا درخت اس پر اتنا چھوٹا سا پھل آم اور تر بوڑھا بڑا پھل ہوتا ہے اور اس کی پتل اتنی چھوٹی ہوتی ہے، بس اس تصور میں تھا کہ اچانک اوپر سے پھل آم کا گر اس کی آنکھ کے قریب لگا ایک دم اٹھ گیا اور کہہ رہا تھا یا اللہ حکمت سمجھ میں آگئی اگر آج یہاں پر تر بوڑھا تو آج میرا جنازہ لھتا۔ بہر حال اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے اگرچہ ذہن اس کو قبول نہ کرے۔ سوال: خدا کے ایک ہزار تین سو یا پھر بناوے اسماء تو بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں سے ان کی تفصیص کرنے کی کیا علت ہے۔ اس کا جواب علماء نے دیا ہے کہ قرآن میں مخاطب تین طرح کے لوگ ہیں:

(۱) فمنهم ظالم لنفسه (۲) ومنهم مقتصد (۳) ومنهم سابق بالخیرات۔ تو گویا اشارہ ہے اس بات کی طرف ان اللہ للسابقین الرحمن للمقتصدین، الرحمن للظالمین۔

نکتہ ۲: اللہ کے مفہوم میں معطی العطا عطا کرنے والا ہے۔

الرحمن اولیاء کی لغزشوں سے تجاوز کرنے والا، الرحمن ظالموں سے تجاوز

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں عَلَيْهَا بَسْعَةُ عَشْرَ جَهَنَّمَ میں عذاب دینے والے داروغے بھی ۱۹ ہیں۔ فرمایا ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرو۔ ہر حرف کے بدلہ میں خدائے تعالیٰ آپ کو جہنم کے داروغہ سے محفوظ فرمائے گا۔

نکتہ ۸: جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں۔ دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر پانچ نمازوں کو فرض قرار دیا ہے اور احادیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے نمازوں سے گناہ ایسے ختم ہوتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں سے پتے گرتے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انسان نماز پڑھتا ہے مثلاً ظہر کی نماز کی برکت سے فجر سے لے کر ظہر تک سب گناہ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ لکھا ہے کہ پانچ نمازوں کی برکت سے گناہ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ لکھا ہے کہ پانچ نمازوں کی برکت سے گناہ معاف ہوئے۔ فرمایا کہ انسان ہر اچھے کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرے اس کی برکت سے ۱۹ گھنٹے کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ پانچ گھنٹے پانچ نمازوں کی وجہ سے۔ گویا چوبیس گھنٹے عبادت میں گزر گئے۔

نکتہ ۹: آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا کے بادشاہوں کی عادت ہے جب کوئی چیز خریدتے ہیں، اسی پر اپنی مہر لگا دیتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے تا کہ اس مہر کو دیکھ کر کوئی چوری نہ کر سکے، چوروں سے حفاظت ہو۔ فرمایا اے انسان جب تو عبادت کرتا ہے تو شیطان تیرا دشمن ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

فرمایا جب تو کوئی کام شروع کرے اس پر مہرے نام کی مہر لگا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع کرنا کہ شیطان تیرا دشمن اس میں دخل نہ دے سکے۔
نکتہ ۱۰: امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۱۰ھ نے بعض عارفین کا حوالہ دے کر یہ واقعہ لکھا ہے: وہ بکریاں چرانے لگا، بکریوں کے ساتھ بھیڑیے بھی چرتے تھے اور

وہ بکریوں کو کچھ بھی نہیں کہتے۔ ایک آدمی گزرا اور اس نے پکارا اور کہا کہ بکریوں اور بھیڑیوں کا تعلق کب سے ہوا ہے آپس میں، اللہ والے نے کہا جب سے راعی (چرانے والے) کا تعلق اللہ کے ساتھ ہوا اس وقت سے۔ یہاں پر اس واقعہ کا نقل کرنا بھی ضروری ہے کہ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔ ایک آدمی جنگل میں بکریاں چراتا تھا، ایک بھیڑیے نے بکری کو چیر پھاڑ ڈالا اس نے کہا کہ پتہ چتا ہے آج امیر المؤمنین دار فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو چنا ہے اور زیادہ پسند فرمایا ہے جیسے مخلوق میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ایام میں سے یوم الجمعہ یعنی جمعہ کے دن کو، مہینوں میں سے رمضان المبارک کے مہینہ کو، ارکان میں سے پانی کو، زمانوں میں سے قرن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، راتوں میں سے لیلۃ القدر کی رات کو، اعمال میں سے فرائض کو، اعداد میں سے ۹۹ کو، گھروں میں سے جنت کو، احوال میں اپنی رضا کو، اذکار میں سے لا الہ الا اللہ کو، کلام میں سے جنت کو، سورتوں میں سے سورۃ یٰسے کو، آیتوں میں سے آیۃ الکرسی کو، قصار مفصل میں سے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو، سوار یوں میں سے براق کو، ملائکہ میں سے الروح کو، رنگوں میں سے سفید رنگ کو، اعضاء انسانی میں سے قلب کو، پتھروں میں سے حجر اسود کو، بیٹوں میں سے بیت المعمور بیت اللہ کو، اشجار (درختوں) میں سے سدرہ (بیری) کو عند سدرۃ المنتہی۔ غورتوں میں سے حضرت مریم و آسیہ علیہما السلام کو، صورتوں میں سے آدمی کی صورت کو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ خَلَقْکُمْ فَصَوَّرْکُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَکُمْ، نماز کے احوال میں سے سجدہ کی حالت کو۔

اسی طرح ناموں میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام اللہ ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

تیسرا باب

فضائل و برکات بسم اللہ

آغاز بسم اللہ

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ قرآن حکیم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے سورۃ توبہ کے علاوہ باقی تمام سورتوں کی ابتدائی آیت مبارکہ ہے۔ ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”كان النبي ﷺ لا يعرف فصل السورة حتى تنزل عليه بسم الله الرحمن الرحيم“ (سنن ابی داؤد

صفحہ نمبر ۱۱۵ جلد ۱، کتاب الصلوۃ، باب من جهر بها)
نبی معظم ﷺ قرآنی سورتوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہونے سے پہچانتے تھے۔

یعنی رسول مکرم ﷺ پر قرآنی آیات طیبات کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ جب بسم اللہ نازل ہوتی تو آنحضرت ﷺ کو معلوم ہو جاتا کہ پہلی سورت مکمل ہو چکی ہے اور اب نئی سورت کا نزول شروع ہو گیا ہے۔

اس سے آپ بسم اللہ کی عظمت اور شان کا اندازہ فرمائیں کہ قرآن حکیم کی کوئی آیت ایک مرتبہ نازل ہوئی۔ کوئی آیت دو دفعہ نازل ہوئی، کوئی تین دفعہ نازل ہوئی، کوئی دس دفعہ، کوئی بیس دفعہ، مگر بسم اللہ کی عظمت و بزرگی کا یہ عالم ہے کہ یہ آیت مقدسہ باللہ رب العالمین کی طرف سے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات گرامی پر ایک سو چودہ مرتبہ نازل فرمائی گئی۔

واضح رہے کہ سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے مگر سورۃ نحل میں دو دفعہ ہے۔ ایک مرتبہ شروع سورۃ میں اور دوسری بار اسی سورت کی آیت نمبر ۳۰ میں۔ لہذا اس کی تعداد قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد کے برابر ہے۔

بسم اللہ ہر سورت کی ابتدائی آیت ہے۔ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”ایک دن رسول مکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اذ اغضی اغضاء اچانک آپ ﷺ پر غنودگی سی طاری ہوگئی۔ (یہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت کے وقت ہوتا تھا کہ آپ پر معمولی سی غنودگی یہ چھا جاتی۔ آپ کا سر مبارک تھوڑا سا نیچے کو جھک جاتا اور بوجھ محسوس ہونا شروع ہو جاتا تھا) تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی۔ ثم رفع راسہ متبعا پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے سر اقدس کو اوپر اٹھایا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! اما اضحک؟ (یہاں تو ہنسنے والی کوئی بات نہیں ہوئی) آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کیسے پھیل گئی؟ امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انزلت علی انفا سورة۔ میرے رب کی طرف سے ابھی مجھ پر ایک (ایسی) سورت نازل فرمائی گئی ہے۔ جسے سن کے میں بے اختیار ہنس پڑا ہوں۔ کیونکہ اس سورت میں مجھے ”حوض کوثر“ عطا فرمانے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد ادب و احترام عرض کیا۔ حضور! اس عظیم الشان، بابرکت اور آپ کو ہنسادینے والی سورت مقدسہ کی آیات مبارکات سے ہمیں بھی آگاہ فرمائیے۔ فقراء: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّا اَعْطٰیْکَ الْکُوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِزَیْنٰکَ وَالْخَيْرِ ۝ اِنَّ شَاۤءَیْکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ تو آنحضرت ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ سمیت پوری سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی۔

(صحیح مسلم صفحہ ۱۷۲ جلد ۱ کتاب الصلوۃ)

نبی معظم رسول مکرم رحمت عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان اقدس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ سورۃ توبہ کے علاوہ قرآن حکیم کی باقی تمام سورتوں کی ابتدائی آیت مبارکہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ہے۔

احترام بسم اللہ

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کا ادب، احترام، تعظیم اور توقیر کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ بلکہ کافر کے جس کلمے پر ”بِسْمِ اللّٰهِ“ تحریر ہو۔ اس

کاغذ کا احترام کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے۔ صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول الله ﷺ من رفع قرطاسا من الارض فيه
بسم الله الرحمن الرحيم اجلا لا لله ان يداس كتب
عنده من الصديقين وخفف عن والديه (تفسير كبير
صفحہ ۸۸ جلد ۱ غنیۃ الطالبین عربی اردو صفحہ ۲۰۱
فصل فی فضل بسم اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاغذ کے بسم اللہ لکھے
ہوئے۔ ٹکڑے کو اس خیال سے اٹھاتا ہے کہ کسی کے پاؤں تلے
نہ آجائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام ”صدیقین“ میں
لکھ دیا جاتا ہے اور اگر اس کے والدین فوت ہو چکے ہوں اور
عذاب میں مبتلا ہوں تو بیٹے کے اس عمل کی وجہ سے اس کے ماں
باپ کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

اللہ کریم ہم سب کو بسم اللہ اور قرآن حکیم کے لکھے ہوئے کاغذات کا
احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اگر کوئی شخص ”بسم اللہ“ لکھے ہوئے کاغذ کا احترام نہ کرے۔ اسے پاؤں
تلے روندے یا جان بوجھ کر زمین پر پھینک دے تو ایسے شخص کو امام الانبیاء حضرت محمد
مصطفیٰ ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک
مرسل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَوَّرَ عَلٰی كِتَابِ فِي
الْاَرْضِ نَبِيَّ مَكْرَمٍ ﷺ زَمِنَ بِرُكُوعِ هَوْنٍ اَوْ رُكُوعِ هَوْنٍ اَوْ رُكُوعِ هَوْنٍ
اپنے نو جوان خادم سے فرمایا۔ عا ہذا؟ دیکھو، یہ کاغذ کیسا ہے۔ اس نو جوان نے کاغذ
اٹھایا۔ اسے کھوا تو اس میں ”بسم اللہ“ لکھی ہوئی تھی۔ خادم نے عرض کیا۔ حضور!
اس کاغذ پر تو ”بسم اللہ“ لکھی ہوئی ہے۔ فرمایا: لعن اللہ من فعل ہذا۔ جس

شخص نے ”بِسْمِ اللّٰہ“ لکھا ہوا کاغذ زمین پر پھینکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ نیز فرمایا: لَا تَضَعُوا اسْمَ اللّٰہِ الْاِلاٰ فِیْ مَوْضِعٍ۔ تم اللہ تعالیٰ کا نام لکھے ہوئے کاغذ کو احترام کی جگہ رکھا کرو۔

(مراسیل ابی داؤد، صفحہ ۲۰، باب الکتاب یلقى فی الطریق)

”بِسْمِ اللّٰہ“ کا احترام کرنے کے فوائد کے ضمن میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اس واقعہ عجیبہ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کے احترام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ”کشف المحجوب“ میں ایک دلی کمال حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کی توبہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ بشر نامی ایک نوجوان شراب کا دلدادہ تھا۔ اور ہر عیب، گناہ اور نقص اس میں پایا جاتا تھا۔

”ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بشر شراب خانہ سے مستی کی حالت میں کہیں جا رہا تھا کہ اسے زمین پر گرد و غبار میں انا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ اس نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا ”بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ (وہ نوجوان اس گرد و غبار والے کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام دیکھ کر از حد پریشان ہوا اور دل میں خیال کیا کہ میرے اللہ کے مبارک نام کی کس قدر توجہ میں ہورہی ہے۔) اس کاغذ کو پاک صاف کیا۔ بڑی تعظیم کے ساتھ اسے اٹھایا۔ مٹر لگایا اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ایک بلند اور پاکیزہ جگہ پر رکھ دیا۔

اسی رات جب یہ نوجوان نیند کی آغوش میں گیا تو خواب کی حالت میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز اور خوشخبری سنائی دی:

یا بشر طیب اسمیٰ فبعزتی لا طین اسمک فی الدنیا
والاخرۃ

اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو لگا کر مٹر کیا۔ مجھے اپنی عزت

وجلال کی قسم! میں تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں معطر کروں گا۔

نیند سے بیدار ہو، توبہ کر اور خوشخبری سن کر بِسْمِ اللہ اور میرے نام کے احترام کی وجہ سے میں نے تیرے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادیا ہے۔ اور میں نے تیرے نام کو ایسا باعزت بنا دیا ہے کہ جو بھی تیرا نام سنے گا۔ اپنے دل میں راحت محسوس کرے گا۔

(کشف المحجوب مترجم صفحہ نمبر ۶۵۹ تفسیر قرطبی ۹۱ جلد ۱)

بِسْمِ اللہ کے احترام، ادب، عزت، توقیر، تکریم اور تعظیم کی برکت سے رب تعالیٰ نے ایک شرابی اور گناہ گار کے تمام گناہوں کو معاف کر کے اسے اپنا دوست اور ولی بنا دیا اور اس کے نام کو عزت و احترام عطا فرمایا۔

پہلی تحریر

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح و قلم کی تخلیق کے بعد جو سب سے پہلے تحریر لکھوائی وہ ”بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ تھی۔ یہ بِسْمِ اللہ کی فضیلت اور عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کائنات میں جو سب سے پہلی تحریر وجود میں آئی وہ ”بِسْمِ اللہِ“ تھی۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول ما خلق اللہ اللوح و القلم کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے لوح (یعنی لوح محفوظ) اور قلم کو پیدا فرمایا۔ فاول ما کتب علی اللوح ”بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پس اس لوح پر جو چیز سب سے پہلے لکھی گئی۔ وہ ”بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو اس کے پڑھنے والے کے لئے امن و امان کا باعث بنا دیا۔ (غنیۃ الطالبین اردو و عربی صفحہ ۲۰۲)

فرشتوں کا وظیفہ

بِسْمِ اللہ ایسا بابرکت اور بے مثال وظیفہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتے ہر وقت اسی کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ کیا خوبصورت سا لہجہ ہوگا جب

فرشتوں کی زبان پاک سے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے الفاظ نکلنے ہوں گے تو ایک عجیب و غریب اور خوش کن منظر پیدا ہوتا ہوگا اور رب السماوات و الارض فرشتوں کے ترانے سے خوش ہو کر انہیں اپنے مزید لطف و کرم سے نوازتا ہوگا۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”ہی قراءۃ اہل سبع سماوات و اہل الصلح الاعلیٰ۔ ساکنان ہفت آسمان اور اہل یان ذی مرتبت کا وظیفہ ”بِسْمِ اللّٰهِ“ ہی ہے اور ملائکہ مقررین جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور تعریف و توصیف میں مصروف ہیں۔ وہ بھی ”بِسْمِ اللّٰهِ“ ہی کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ (غلیۃ الطالبین اردو عربی صفحہ ۲۰۲)

شیطان کا رونا

بِسْمِ اللّٰهِ کی برکات، فضائل اور اس کے اثرات و ثمرات کو سمجھنے کے لئے اس بات کو نوٹ کر لیجئے کہ شیطان لعین کو بِسْمِ اللّٰهِ سے بڑی ضد، عداوت اور دشمنی ہے کیونکہ جہاں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی جائے گی۔ وہاں برکات کا نزول ہوگا۔ وہاں رحمتیں اتریں گی۔ سکون و اطمینان حاصل ہوگا۔ گناہ معاف ہوں گے۔ جہنم سے آزادی کا اعلان ہوگا۔ جنت کے دخول کی بشارت سنائی جائے گی۔ اور یہ ساری چیزیں ابلیس کے لئے تو موت کا پیغام ہیں۔ اس لئے شیطان جب کسی کو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو روتا، پیٹتا اور چیخیں مارتا ہوا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اپنے سر پر مٹی ڈالتا اور بِسْمِ اللّٰهِ کی برکت والی سرزمین سے دور چلا جاتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ”فتیۃ الطالبین“ میں فرمایا ہے کہ ابلیس لعین نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ ایسا نوحہ اور ماتم کیا ہے اور شدید روایا اور چپا ہے کہ اس طرح کبھی بھی نہیں رویا۔ ابلیس کے رونے کے مقامات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حین لعن و اخرج من ملکوت السماء۔ جب ابلیس کو لعنتی قرار دے

کہ بارگاہ الہی، فرشتوں کی صحبت اور آسمان کی رہائش سے نکال دیا گیا تو وہ ایسا رویا کہ اس جیسا کبھی نہ رویا تھا۔ قرآن حکیم اپنے مقدس الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ جب ابلیس علیہ اللعین نے رب العالمین کے حکم سجدہ سے روگردانی کی اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے حضور جھکنے سے انکار کر دیا تو رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔

فَاخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي الْبَیِّنَاتِ

یَوْمَ الدِّینِ ۝ (ص، آیت ۷۷، ۷۸)

اے ابلیس! یہاں سے نکل جا۔ و مَرْدُو د ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت پڑتی رہے گی۔

درگاہ ربانی سے راندھا جانے کے بعد شیطان از حد رویا، چیخا، چلایا، پیٹا اور رور و کرس نے اپنا برا حال کر لیا۔

۲۔ حین ولد النبی ﷺ جب پیغمبر دو جہاں اور سرور کون و مکاں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور شیطان لعین کو یقین ہو گیا کہ اب روئے زمین پر توحید کا پرچم لہرائے گا۔ شرک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور سرور کائنات ﷺ کی ولادت و بعثت کی برکت سے منہم کدہ جہاں اب عبادت رحمان کا منظر پیش کرے گا تو ابلیس یہ تصور کر کے آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن اتنا رویا کہ اس نے رور و کراہا کر لیا۔

۳۔ حین انزلت فاتحۃ الكتاب لکون بسم الله الرحمن الرحيم۔ اور ابلیس کی زندگی میں تیسرا وہ موقع جب اسے بہت رونا آیا اور وہ اپنی سسکیوں اور چیخوں پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سورت فاتحہ کو نازل فرمایا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورت فاتحہ میں شیطان کو رلانے والی کون سی چیز ہے؟ جواب آیا۔ لَکُونِ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ " کیونکہ سورت فاتحہ

کے شروع میں بِسْمِ اللہ ہے۔ اس بِسْمِ اللہ کی وجہ سے ابلیس اتنا رویا کر اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکا۔ کیونکہ اسے بسم اللہ کی برکات اثرات اور اثرات کا علم ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ

☆ جسے میں بہکاوں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو راہِ راست پر آ جائے گا۔
☆ جسے میں گمراہ کروں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو ہدایت حاصل کر لے گا۔
☆ جس سے میں بافرمانی کروں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو فرمانبردار ہو جائے گا۔

☆ جسے مشرک بناؤں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو توحید پرست بن جائے گا۔
☆ جس سے گناہ کروں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو بخش دیا جائے گا۔
☆ جس پر اپنا تسلط جماؤں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو میں بھاگ جاؤں گا۔
☆ جسے دوزخ کی طرف لے جاؤں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو جنت کی طرف چلا جائے گا۔

☆ جس کے نامہ اعمال میں غلطیاں ہی غلطیاں ہوں گی وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو غلطیوں کو مٹا دیا جائے گا۔

☆ جسے بے اطمینان کروں گا وہ بِسْمِ اللہ پڑھے گا تو مطمئن ہو جائے گا۔
☆ بدامنی پھیلاؤں گا تو بِسْمِ اللہ کی برکت سے امن قائم ہو جائے گا۔
اس لئے ابلیس بِسْمِ اللہ کے نزول کے دن بے حد رویا، بیٹھا، چیخا، چلایا اپنے سر میں خاک ڈالی اور اپنے کئے پر ہچکچایا۔

اگر آپ شیطان کو رونا، اسے خود سے دور ہٹانا اور جنت میں جانا چاہتے ہیں تو بِسْمِ اللہ کو حرزِ جان بنائیے اور ہر وقت پڑھتے رہیے۔

”بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

”بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

حضرت آدم علیہ السلام اور بسم اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ ایک ایسی جبرک، مقدس اور عظیم تر آیت کریمہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر سوسے زیادہ بار نازل فرمایا گیا بلکہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کئی جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام اور رسولوں پر بھی اس کا نزول ہوا اور انہیں بھی بِسْمِ اللّٰهِ کی برکات سے مستفید کیا گیا۔ چنانچہ داماد مصطفیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اول ما انزلت هذه الآية على آدم لقبال امن ذریعتی من العذاب ما دامو اعلیٰ قراءتھا۔ سب سے پہلے یہ آیت مبارکہ یعنی ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ ”میری اولاد جب تک اس کی قرأت و تلاوت کرتی رہے گی۔ عذاب سے محفوظ رہے گی۔ سبحان اللہ۔ گویا کہ انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی تمام ذریعت اور اولاد کو عذاب سے محفوظ رہنے کا جو نسخہ اور طریقہ بتلایا۔ وہ ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کا وظیفہ ہے۔ جو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچتا رہے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت نوح علیہ السلام اور بسم اللہ

آدم خانی نوح علیہ السلام اور آپ کی امت بھی بِسْمِ اللّٰهِ کے اثرات اور ثمرات سے مستفید ہوئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنی الفاظ کے مطابق ساڑھے نو سو سال قَلَبْتَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۱۷) کا طویل ترین عرصہ اپنی قوم کو مسئلہ توحید سمجھانے، راہ راست پر لانے اور جنت کا راستہ دکھانے کی کوشش کی۔ مگر قوم کے اکثر افراد نے آپ کی نصیحتوں کا کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ وہ آپ علیہ السلام کے مخالف اور دشمن بن گئے۔

مدت مزید گزرنے اور عرصہ دراز تک وعظ و تذکیر کے باوجود ایک الہ کے پرستاروں اور حضرت نوح علیہ السلام کے فرماں برداروں کی تعداد چالیس یا اسی سے متجاوز نہ ہوئی تو ایک دن حضرت نوح علیہ السلام کا دل بھرا آیا اور آپ نے شدید روحانی کوفت کی حالت میں رب العالمین کے حضور قوم کی تباہی و بربادی کے لئے بددعا کر دی۔ قرآن حکیم حضرت نوح علیہ السلام کے معطر بانہ الفاظ یوں نقل فرماتا ہے:

قَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذِيَارًا

(نوح آیت ۲۶)

حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ چھوڑ۔ (یعنی سب کافروں کو ہلاک کر دے)

اللہ اعلم الحاکمین نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اطمینان قلب اور تسلی و تشفی کے لئے وحی نازل فرمائی۔ کہ اے نوح! اپنی قوم کے کفر، شرک اور سرکشی سے آپ پریشان اور غمزہ نہ ہوں۔ جن کی قسمت میں قبول ایمان کی سعادت لکھی جا چکی تھی۔ وہ ایمان لا چکے ہیں۔ کفار اور نافرمانوں کی مہلت کی گھڑیاں ختم ہونے کے قریب ہیں اور اس ظالم و سرکش قوم کی تباہی و بربادی کا مقررہ وقت آنے ہی والا ہے۔ اے نوح! آپ دیکھیں گے کہ چند دنوں کے بعد اللہ مالک الملک کی طرف سے تباہ کن سیلاب کی شکل میں اس کا عذاب آئے گا۔ اور ان مشرکوں، کافروں، نافرمانوں، سرکشوں اور باغیوں کو ہلاک اور غرق کر کے رکھ دے گا۔ آپ ان چند دنوں میں یہ کام کریں کہ اہل ایمان کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے ہمارے احکام کے مطابق اور ہماری نگرانی میں ایک کشتی تیار کریں اور اپنے فداکاروں اور اطاعت گزاروں کو آگاہ کر دیں کہ وہ اس بارے میں میرے آئندہ حکم کا انتظار کریں۔ اور ایک بات یاد رکھیں کہ جب میرا عذاب آجائے اور نافرمان لوگ آپ کی نگاہوں کے سامنے غرق آب ہو رہے ہوں تو آپ ان ظالموں کے بارے میں میرے حضور

بالکل سفارش نہ کریں بلکہ ان کے متعلق مجھ سے کوئی کلام ہی نہ کریں۔

قرآن عزیز اس ساری صورت حال کا نقشہ یوں بیان فرماتا ہے:

وَأَوْحِيْ اِلَى نُوْحٍ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ
اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاصْنَعِ الْفُلَکَ
بَاغِیْثًا وَرَحِيْنًا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الدِّیْنِ ظَلَمْتُوْا اِنَّهٗمْ
مُفْرَقُوْنَ ۝ (ہود آیت ۳۶-۳۷)

اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں
سے ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے ہیں اب مزید لوگ ایمان
نہیں لائیں گے۔ اس لئے آپ ان کے افعال سے غمگین نہ
ہوں اور ہماری نگرانی میں ہمارے حکم کے مطابق آپ ایک کشتی
تیار کریں اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ
کریں۔ بے شک وہ فرق کر دیئے جائیں گے۔

کشتی نوح اور بسم اللہ

اللہ رب العالمین کے جلیل القدر رسول حضرت نوح علیہ السلام جو ایک طویل
عرصہ سے توحید کی تبلیغ و تلقین اور وعظ و تذکیر میں مصروف تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے حکم
سے تیشہ اور آری لیکر کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔ لکڑی لائی جا رہی ہے۔ اسے چیرا
جا رہا ہے۔ تختے بنائے جا رہے ہیں اور مٹھین لگا کر انہیں جوڑا جا رہا ہے اور کشتی تیار کی
جا رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان قوم کو متنبہ و استہزا اور مذاق کا ایک نیا
بہانہ ہاتھ آ گیا۔ وہ قریب سے گزرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام پر طرح طرح
کے آوازیں کستے، آپ کا مذاق اڑاتے اور طنز یہ انداز میں کہتے۔ اے نوح! کیا نبوت
چھوڑ کر ترکھان بن گئے ہو؟ اور یہاں تو کوئی دریا اور سمندر نہیں ہے۔ کیا یہ کشتی خشکی
میں چلا کر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کے طنز اور مذاق کا کوئی جواب نہ دیتے۔

صرف یہی فرماتے کہ اے میری قوم کے نافرمانوں! اب تم جی بھر کے مذاق کرلو۔
عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ کشتی کیوں بنائی جا رہی ہے اور اس کے فوائد
و مقاصد کیا ہیں؟

حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کا یہ واقعہ تو خاصا طویل ہے۔ لیکن یہاں
آپ کو صرف بِسْمِ اللہ کی برکات سے آگاہ کرنا مقصود ہے۔ اس لئے تمہید کے طور پر
اب آیت قرآنی اور اس کا ترجمہ سنئے تاکہ بات کی حقیقت کو سمجھنے میں کوئی ابہام باقی نہ
رہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكَلَّمَا مَرْعُلِيهِ مَلَأَ مِنْ قُوِيهِ سَخِرُوا
مِنْهُ ط قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا
تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاتِيْهِ عَذَابٌ يُخْزِيْهِ
وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ (ہود آیت ۳۸-۳۹)

اور حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے اور
ان کی قوم کے سردار جب بھی ان کے قریب سے گزرتے تو انہیں
مذاق کرتے۔ آپ صرف یہ فرماتے کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے
ہو تو ایک دن ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ جس طرح تم مذاق
اڑاتے ہو۔ پس تم جان لو گے کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا
ہے اور کس پر ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب اترتا ہے۔

آخر وہ موعود آگیا جب آسمان سے پانی برسنے لگا۔ زمین سے بھی پانی باہر نکل
آیا اور وہ تنور جن سے آگ کے شعلے بلند ہو کرتے تھے اب ان سے پانی کے فوارے
پھوٹنے شروع ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ ہر جنس کے ایک ایک
جوڑے کو، عام اہل ایمان کو اور اسے گھر کے ایمانداروں کو "بِسْمِ اللہ" پڑھ کر کشتی
میں سوار کر لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ کشتی سے باہر کے تمام لوگوں کو تباہ و برباد اور غرق
کر دیا جائے گا اور "بِسْمِ اللہ" کی برکت سے کشتی اور اس کے سواروں کو اس تباہ کن

سیلاب سے بچالیا جائے گا۔

قرآن حکیم حضرت نوح علیہ السلام کی زبان پاک سے بِسْمِ اللّٰہ کے وظیفے کا ذکر ان الفاظ سے فرماتا ہے:

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّيْ
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ہود، آیت ۴۱)

اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ
اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا صرف اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے
بے شک میرا رب بہت بخشنے والا اور حد رحم فرمانے والا ہے۔

کیا آپ نے غور فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس موقع پر بھی کیسے
خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا ہے کہ ہمارے سفر کی ابتداء بھی اللہ
تعالیٰ کے بابرکت نام یعنی بِسْمِ اللّٰہ سے ہو رہی ہے اور اس کی انتہا بھی اسی کے فضل
و کرم سے ہوگی۔

نواسر رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول رحمت ﷺ
نے فرمایا میری امت کشتی میں سوار ہوتے وقت اگر یہ دعا پڑھ لے تو اسے غرق ہونے
سے امان مل جائے گی: دعا کے الفاظ سیکھے، بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سمجھئے اور اسے یاد کرنے
کی کوشش فرمائیے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وما قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ
وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ
مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ بِسْمِ
اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمَوْسَاهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (تفسیر

قرطبی صفحہ ۲۷ جزء ۹)

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمان و رحیم ہے اور
انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا

حق ہے اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے وہ ان کے شرک سے پاک اور اعلیٰ ہے۔ اس کا چلنا اور نکلنا انداز ہوتا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے بے شک میرا رب غفور و الرحیم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بسم اللہ

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام اور کام سے تو آپ واقف ہی ہیں کہ جب نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کا مقابلہ نہ کر سکے تو عظم و تشدد پر اتر آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مٹانے، راستے سے ہٹانے اور آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک ایک وسیع و عریض میدان میں آگ جلائی گئی۔ اور قوم نے ایذا دہن کی فراہمی میں پورے مذہبی جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ جب آگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھے اور اس کی تہا زت کی حالت یہ ہو گئی کہ آگ کے اوپر سے گزرنے والے پرندے بھن کر اس آگ میں گرنے لگے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا اعلان کیا گیا۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ اس شدید آگ کے قریب جا کر کون ابراہیم علیہ السلام کو اس میں دھکا دے۔ اس کی حرارت تو اتنی تیز کہ کوئی شخص ذرا قاصدے پر کھڑا ہونے کو تیار نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں بھیجنے کے لئے مخفی میں رکھا گیا تو عالم بالا میں کہرام برپا ہو گیا۔ اللہ! اس بھری دنیا میں ایک ابراہیم علیہ السلام ہی تو تیرا نام لیا ہوا ہے اور اسے یوں برہنہ کر کے۔ باندھ کر اور انتہائی بے دردی سے آگ میں پھینکا جا رہا ہے۔ مولائے کریم! اگر اس توحید کے علمبردار سے جہان خالی ہو گیا تو روئے زمین پر تیرا نام کون لے گا؟۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو اجازت مل گئی کہ جاؤ اگر تم ابراہیم کی مدد کر سکتے ہو تو کر لو۔ بارش کا فرشتہ حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا حکم ہو تو موسلا دھار بارش

برسا کر آگ کو ٹھنڈا کر دوں۔ آپ نے کمال بے نیازی سے فرمایا اگر میرا رب مجھے آگ میں پھینکوا سکے راضی ہے تو میں آگ میں جل کے راضی ہوں، ہوا اور آندھی کا فرشتہ حاضر ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام! ارشاد ہو تو تیز ہوا کے ذریعے اس آگ کا رخ آپ کے دشمنوں کی طرف کر دوں۔ فرمایا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ابراہیم! میرے لائق کوئی حکم۔ جواب آیا مجھے تیری اعانت کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں خلیل اللہ! اپنے رب کے حضور بچاؤ کی دعا تو مانگ کے دیکھو۔ پیکر تسلیم و رضا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: حسبی من سواہی علمہ بحالی۔ جب وہ میرے حال کو جانتا ہے تو مجھے عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یعنی اگر وہ مجھے بچانا چاہے تو کوئی جلا نہیں سکتا اور اگر وہ جلائے پر آجائے تو جبرئیل! تیرے سمیت مجھے کوئی بچا نہیں سکتا۔

قارئین کرام غور فرمائیے، انبیاء کے سردار اور ایک اللہ کے پرستار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برہنہ کر کے آگ میں پھینکنے کے لیے منہیق میں بٹھا دیا جاتا ہے تو عرش بریں سے آواز ہوتی ہے: میرے خلیل! میں ایک مختصر سا وظیفہ بتانے لگا ہوں اس وظیفہ کو زبان پر لانا تیرا کام ہے اور نار کو گلزار بنانا میرا کام ہے۔ وہ وظیفہ کیا ہے: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام کو منہیق میں بٹھا کر آپ کو آگ میں پھینکنے کے لئے اسے گھمایا گیا تو بے ساختہ آپ کی زبان پر یہ وظیفہ جاری ہو گیا۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

اسی بِسْمِ اللّٰهِ کی برکت سے خالق کائنات نے آگ کو بالمشافہ حکم دیا:

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ۔ (انبیاء، آیت ۶۹)

اے آگ، ابراہیم علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی

وراحت بن جا۔

آگ نے عرض کیا ہوگا مولا! میرا کام تو جلا نا ہے۔ جواب آیا ہوگا کہ اے

آگ تیرے جلانے کی طاقت کو آج میں نے بچانے کی صلاحیت میں تبدیل فرما دیا۔

اللہ رب العالمین اگر چاہتے تو تیز ہوا چلا کر اس آگ کو کہیں دور لے جاسکتے تھے بلکہ جلانے والوں پر پلٹا بھی سکتے تھے۔ وہ اگر چاہتا تو بارش کے ذریعے اسے بجھا بھی سکتا تھا مگر بسم اللہ کی برکات کو دیکھئے۔ رب کائنات نے اس کی برکت اور تاثیر سے وحشی ہونی ناکو نظر اور بہار میں تبدیل فرما دیا اور کسی واسطے اور ذریعے کے بغیر آگ سے خطاب میں فرمایا:

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

ہم نے کہا اے آگ! ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ

بسم اللہ ایسی بابرکت آیت ہے کہ اسے پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر مقام پر کامیاب و کامران فرمایا۔ اور ان کے مخالفین اور دشمنوں کو ذلیل و خوار، رسوا اور ناکام و نامراد کیا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لئے بڑے باہر اور استاد جادو گروں کو اکٹھا کیا تھا۔ ساحران فرعون اپنے تمام ساز و سامان سمیت میدان میں موجود تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ فرعون اور اس کے وزراء خوبصورت کرسیوں پر براجمان تھے۔ عام مصری لوگ تماشا دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ ایک طرف صرف موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام اور دوسری طرف فرعون، اس کے حواری، ماہر جادوگر اور بے پناہ عوام ہیں۔ اچانک جادو گروں کی آواز فضا میں گونجنی ہے:

يَا مُوسَىٰ اِمَّا اَنْ تَلْقٰى وَ اِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى

(طہ، آیت ۶۵)

اے موسیٰ کیا آپ پہلے پھینکیں گے یا ہم بنی پہلے پھینکنے والے

ہو جائیں۔

یعنی اے موسیٰ! کیا ہم اپنے کمالات کا مظاہرہ پہلے کریں یا آپ پہل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا اس لئے آپ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ کہ پہل کون کرتا ہے بلکہ کمال بے اشتنائی سے فرمایا: **بَلَىٰ أَفْعُوْا۔** بلکہ تم ہی پہلے پھینکو۔ ان جادوگروں نے اپنے تمام ساحرات کمالات کا مظاہرہ کیا اور اپنی رسیاں اور لاشعیاں زمین پر پھینکیں اور جادو کے اثر سے وہ زمین پر ادھر ادھر دوڑتی ہوئی دکھائی دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ حیران کن منظر دیکھ کر لحوہ بھر کے لئے خوف زدہ ہوئے تو تائید ربانی نے فوراً سہارا دیا اور آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: **لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَغْلٰی۔** (اے موسیٰ) ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے اور کامیابی حاصل کرو گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اپنا عصا مبارک زمین پر پھینکنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ میں اپنا عصا مبارک پکڑا اور زمین پر پھینکنے سے پہلے پڑھنا شروع کیا **”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“** بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ فوراً خونخاک اڑوہے کی شکل اختیار کر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ان سانپ دکھائی دینے والی رسیوں کو نگھنا شروع کر دیا۔ اس اڑوہے کی شکل اور کاروائی دیکھ کر فرعون، اس کے حواریوں اور جادوگروں پر دہشت طاری ہو گئی۔ اور حق کے ایک ہی وار نے باطل کے سارا غرور خاک میں ملا دیا اور یہ صورت حال دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ جو کارنامہ موسیٰ علیہ السلام نے سرانجام دیا ہے وہ جادو کی نظر بندی نہیں بلکہ قدرت الہی کی جلوہ نمائی ہے۔ حق و صداقت کے یقین کامل نے انہیں موسیٰ کے الہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایسا فداکار بنادیا کہ انہوں نے نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر فوراً موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا اور مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ **اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰذَا زُوْنٌ وَمُوْسٰی** (طہ، آیت ۷۰) لوگو! (گواہ رہنا کہ) ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے

آئے ہے۔ اور ہم نے دین موسوی کو شرح صدر سے قبول کر لیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان کامیابی، فرعون کی ذلت آمیز شکست اور جادو گروں کے قبول ایمان نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیگر کامیابیوں کو ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کی برکات اور بِسْمِ اللّٰهِ کے ثمرات قرار دیتے ہوئے حضرت الشیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَانْزَلَتْ عَلٰی مُوسٰی فِی الصُّحُفِ فِیْهَا قَهْرٌ لِّرَّعُوْنَ
وَسَحْرَتُهُ وَهَامَانٌ وَجُنُودُهُ وَقَارُونُ وَآتْبَاغُهُ

(غنیۃ الطالبین ص ۲۰۲)

پس یہ بِسْمِ اللّٰهِ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کے صحیفوں میں نازل فرمائی اور انہیں اس کے پڑھنے کی برکت سے فرعون اور اس کے جادو گروں، ہامان اور اس کے لشکروں اور قارون اور اس کے فرمانبرداروں پر غلبہ عطا ہوا اور ہر میدان میں فتح نصیب ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور بسم اللہ

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عنقوان شباب سے ہی اصابت رائے، ذکاوت اور دانائی جیسی عظیم نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبر اور اپنے زمانے کے حکمران اور بادشاہ تھے۔ اور رب العالمین کی قدرت اور حکمت ہے کہ آپ خود بھی پیغمبر اور بادشاہ تھے اور آپ کے والد محترم حضرت داؤد علیہ السلام بھی پیغمبر اور بادشاہ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن امتیازی انعامات سے نواز رکھا تھا۔ ان میں پرندوں کی بولیاں سمجھنا، ہواؤں پر حکم چلانا، حضرت داؤد علیہ السلام کی علمی، نبوی اور حکومتی وراثت کا جانشین ہونا اور انسانوں کے علاوہ جنات اور حیوانات پر آپ کی حکمرانی ہونا خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قرآن حکیم نے آپ کی سیرت و کردار اور

ان کی زندگی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے ”یَسْمِعُ اللّٰهُ“ کے ساتھ آپ علیہ السلام کے خصوصی تعلق کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بیک وقت انسانوں، حیوانوں اور پرندوں کے حکمران تھے۔ اور آپ کے وفادار، جانثار اور فداکار لشکر میں پرندوں کا ایک دستہ بھی شامل ہوا کرتا تھا اور آپ ایک بیدار مغز، نظم و ضبط کے پابند اور مدبر سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر کی کڑی نگرانی کیا کرتے تھے چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن پرندوں کا جائزہ لیا تو ایک پرندے ہد ہد کو غیر حاضر پا کر اعلان کر دیا کہ اگر ہد ہد نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول اور اطمینان بخش وجہ بیان نہ کی تو اسے فوجی نظم و نسق کی خلاف ورزی کی سخت سزا دی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس کو جرم عظیم کی پاداش میں اسے ذبح ہی کر دیا جائے۔ ہاں اگر اس ہد ہد کے پاس غیر حاضری کی کوئی مناسب دلیل اور معقول وجہ ہوئی تو اسے معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔ الفاظ قرآنی اور ترجمہ پر غور فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَاَعَذْبَةُ غَدَاثَا شَدِيدًا أَوْ لَا أَذْبَحْنَهُ أَوْ لَأَأْتِيَنِي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ (النمل، آیت ۲۰، ۲۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمانے لگے کہ کیا وجہ ہے آج مجھے ہد ہد نظر نہیں آ رہا کیا وہ غیر حاضری ہے۔ میں تو اسے (غیر حاضری کی) سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ یا وہ میرے پاس (اپنی غیر حاضری کی) کوئی صریح دلیل لائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہد ہد کے بارے میں شاہی فرمان جاری کئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہد ہد حاضر خدمت ہو گیا اور باز پرس کے جواب میں اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر اور ہمارے

بادشاہ! اصل صورت حال یہ ہے کہ میں اپنے حال میں محو پرواز تھا کہ اچانک یمن کے علاوہ ”سبا“ میں داخل ہو گیا۔ وہاں میں نے دو عجیب و غریب چیزیں دیکھیں جس کی تفصیلات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور میری غیر حاضری کی وجہ بھی یہی ہے کہ مجھے ان کے اعمال و افعال پر تعجب ہوا اور حقیقت حال سے پوری طرح آگاہی کے لئے میرا وہاں کچھ زیادہ ہی وقت صرف ہو گیا اور جو باتیں میں آپ کو بتانے والا ہوں وہ حتمی اور یقینی ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ کو ان کے بارے میں کوئی خبر اور اطلاع نہیں ہے۔

پہلی تعجب انگیز اور حیران کن بات تو یہ ہے کہ وہاں ایک ”عورت حکمران“ ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ عورت کی حکمرانی پرندوں کے لئے بھی حیرانی اور تعجب کا باعث ہے۔ بالفاظ دیگر زمانہ حکومت کو پرندے اور جانور بھی پسند نہیں کرتے اور اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ عورت مردوں پر حکمرانی کر رہی ہے۔

تعجب اور حیرانی کی دوسری بات یہ ہے کہ اس علاقے کے لوگ اللہ، پ العالمین کو سجدہ کرنے کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے اور آفتاب کی عبادت کرتے ہیں۔ قرآن حکیم ہدہ کے الفاظ نقل فرماتا ہے:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ نَحِيطُ بِهِ
وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَأٍ يَقِينٍ ۝ اِنِّىْ وَجَدْتُ اَهْرَافًا
تَمْلِكُهُمْ وَاَوْثِيْتُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝
وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(الفصل، آیت ۲۶ تا ۲۷)

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی (کہ ہدہ آگیا) تو کہنے لگا کہ میں ایک ایسی اطلاع لے کر آیا ہوں جس کی آپ کو کوئی خبر نہیں اور میں ملک سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو ان پر حکمرانی کرتے ہوئے پایا اور اسے ہر چیز میسر

ہے اور اس کا عظیم تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کی یہ باتیں سن کر فرمایا کہ ہم اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں گے چنانچہ آپ نے سہا کی ملکہ بلقیس کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط کے ابتدائی الفاظ ہمارے موضوع کا حصہ ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کو حکم دیا کہ میرا مکتوب لے جا کر اس ملکہ کو پہنچادے اور خط دیتے ہی واپس نہ لوٹ آنا بلکہ الگ کھڑے ہو کر اس کا رد عمل بھی معلوم کرنا اور پھر مجھے صورت حال سے آگاہ کرنا۔ قرآنی الفاظ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

اِذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَاَلْقِهُ بِالْمَلِكِ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا

يُرْجِعُونَ (النمل، آیت ۲۸)

میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف یعنی ان کے پاس پہنچادے۔ پھر ان سے ہٹ (کر کھڑا ہو) جا۔ پس دیکھ کہ وہ کیا مشورہ کرتے ہیں۔

چنانچہ ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب گرامی لے کر دوبارہ ملک سہا میں پہنچتا ہے ملکہ بلقیس اپنے درباریوں کے ساتھ بیٹھی مملکت کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی، ایک اجلاس جاری تھا، اس کی صدارت فرما رہی تھیں۔ وزراء، مشیر اور افسران پورے انہماک سے اس کا صدارتی خطاب سن رہے تھے کہ اچانک ہد ہد نے اس کے سر پر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا ملکہ نے سراو پر اٹھایا تو ہد ہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط اس کی گود میں پھینک دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ملکہ اپنے محل کے خلوت کدہ میں آرام فرما تھی کہ روشن دان کے ذریعے ہد ہد اندر داخل ہوا اور انتہائی رازداری اور چپکے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

غرض یہ کہ ملکہ سہا بلقیس نے جب وہ سلیمانی خط پڑھا تو اس کے ہر زور الفاظ، ایجاز و اختصار اور پُر جلال انداز کو دیکھ کر لرز گئی۔ فوراً امراء و وزراء اور رؤسائے مملکت کو

جمع کیا گیا، مجلس مشاورت کا ہنگامی اجلاس طلب ہوا اور بغیر کسی تمہید کے ملکہ نے وہ خط نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا، کانپتے ہوئے ہاتھوں اور لرزتی ہوئی زبان سے یوں گویا ہوئی:

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا اِئْتِيْ اَلْقَهْرِ اِلَيّْ كِتٰبٌ مِّنْكُمْ ۝

اے سرداران قوم! میری طرف ایک عزت و تکریم والا خط پہنچایا گیا ہے۔

اور اس میں لکھا یہ ہے:

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَا تَعْلَمُوْا عَلٰى وَاَتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ (النمل، آیت ۲۹ تا ۳۱)

یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ جو رحمن (اور) رحیم ہے۔ تم لوگ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہدود بلقیس کا پورا واقعہ لکھنے کا وقت بھی نہیں اور ہم یہاں اختصار کی صورت میں صرف ”بسم اللہ“ کی بات عرض کر رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دست اطہر سے لکھی ہوئی اسی ”بسم اللہ“ کی برکت تھی کہ کچھ عرصہ بعد ملکہ سبا مطہر و فرمان بردار بن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کا عظیم الشان تخت بھی آپ کے قدموں میں آگیا اور اس کی سلطنت کے تمام لوگ مسلمان ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی بن گئے۔ یہ ساری برکت ”بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ“ کی ہے کیونکہ ابتداء اسی سے ہوئی: اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مقدس سے بسم اللہ کے فوائد کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور رسول

برحق ہیں۔ آپ کی ولادت، کفالت، نبوت، رسالت، بچپن، جوانی، شباب اور ارتفاع الی السماء اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو عظیم معجزات، آیات اور نشانات عطا فرما رکھے تھے۔ ان میں سے ایک ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ تھی۔ جب یہ آیت مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی تو آپ بے حد سرور ہوئے۔ آپ نے اپنے امتوں اور چوار یوں کو اس کے نزول کی بشارت اور خوشخبری سنائی۔ اللہ اعلم الحاکمین نے بذریعہ وحی آپ علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ”آیت امان“ یعنی امن و سلامتی والی آیت ہے لہذا اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے، چلتے، پھرتے، چڑھتے، اترتے، آتے جاتے غرض ہر وقت اس کی تلاوت کیا کریں کیونکہ:

مَنْ وَاَفَايَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِي ضَعِيفَتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ لَمَّا نَ مِائَةً مَّرَّةً وَكَانَ مُؤْمِنًا بِیْ وَهُوَ يُشِیْ
اَعْطَفَتْهُ مِنَ النَّارِ وَاَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ. (غنیۃ الطالبین عربی

اردو صفحہ ۲۰۳)

قیامت کے دن جس شخص کے نامہ اعمال میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کا آٹھ سو مرتبہ پڑھنا لکھا ہوا پایا گیا اور اس کا مجھ پر اور میری ربوبیت پر ایمان ہوا۔ تو میں اسے آگ کے عذاب سے آزاد کر کے جنت کا داخلہ نصیب فرما دوں گا۔

آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر یقین پختہ کیا جائے۔ نیک اعمال کا ذخیرہ کیا جائے اور کثرت سے بِسْمِ اللّٰهِ کا وظیفہ پڑھا جائے۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فضائل بسم اللہ

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

☆ بسم اللہ	آیت شفاء ہے
☆ بسم اللہ	ذکر خدا ہے
☆ بسم اللہ	عاجزوں کی پشت پناہ ہے
☆ بسم اللہ	اہل توحید کے لئے نجات کی راہ ہے
☆ بسم اللہ	اہل اشتیاق کا سرور ہے
☆ بسم اللہ	اہل محبت کے لئے نور ہے
☆ بسم اللہ	آگ سے نجات ہے
☆ بسم اللہ	سراپا نور ہے
☆ بسم اللہ	آغاز سب امور ہے
☆ بسم اللہ	غیر اللہ سے استغناء ہے
☆ بسم اللہ	عارفوں کا تاج ہے
☆ بسم اللہ	اصلاح کا چراغ ہے۔
☆ بسم اللہ	برکت ہی برکت ہے
☆ بسم اللہ	عزت ہی عزت ہے
☆ بسم اللہ	پڑھنے والے کے گناہ معاف
☆ بسم اللہ	پڑھنے والے کا رزق شفاف
☆ بسم اللہ	پڑھنے والا کامیاب و کامران
☆ بسم اللہ	پڑھنے والا عظیم سے عظیم الشان
☆ بسم اللہ	پڑھنے والا مطیع مصطفیٰ ﷺ
☆ بسم اللہ	پڑھنے والا بندہ خدا
☆ بسم اللہ	رب کی عطا
☆ بسم اللہ	بیماری سے شفاء
☆ بسم اللہ	قبر کا سرور

☆	بسم اللہ	نوری نور
☆	بسم اللہ	ذکر خدا
☆	بسم اللہ	غذاب سے نجات
☆	بسم اللہ	قبر کی روشن رات

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمیں بسم اللہ کے فضائل اور حقائق سمجھنے سے بعد اسے کثرت سے ورد زبان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نا تمام کام

ہر اچھے اور نیک کام کی ابتدا ”بسم اللہ“ سے کرنا خیر و برکت اور نیکی و سعادت کا باعث ہے اور کسی عمل کا آغاز ”بسم اللہ“ سے نہ کرنا اس کام کو بے برکت، ناکام اور نا تمام بنانے کے مترادف ہے جیسا کہ مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایا ہے کہ نبی دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ أَمْرٍ ذَنْبٌ، بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ

(الدر المنثور صفحہ ۱۰، جلد ۱)

ہر اہم اور اچھا کام جس کی ابتداء ”بسم اللہ“ سے نہ کی جائے۔ وہ بے برکت اور نا تمام ہی رہتا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم تو ہر روز اپنے اکثر معمولات بغیر بسم اللہ ہی سرانجام دیتے ہیں۔ مگر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے ہیں اور ہمیں تو کوئی بے برکتی اور ناکامی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے بسم اللہ کے بغیر کئے جانے والے ہمارے کام بظاہر ہمیں مکمل اور تمام نظر آ رہے ہوں جبکہ انجام کار وہ ہمارے لئے بے برکتی اور نقصان کا باعث ہی ہوتے ہوں اور بالفرض اگر نا تمام اور نامکمل نہ بھی ہوں تو کم از کم روحانی برکت اور اجر و ثواب کے لئے ہر کام کے آغاز میں پڑھنا چاہیے۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“۔

برکت ہی برکت

جس طرح کسی کام کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا اسے بے برکت، منحوس اور ناقص بنا دیتا ہے۔ اسی طرح جس کام کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لی جائے اس کام میں برکت ہی برکت ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ ”بِسْمِ اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین و عظیم ہے اسے جہاں بھی پڑھا جائے وہاں خیر و برکت اور رب کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کام کو بعافیت پایہ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔ صحابی رسول حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

”جب پہلی دفعہ ”بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کا نزول ہوا تو قہرِ بَیِّنٌ اِلَیَّ الْمَشْرِقِ۔ بادل مشرق کی جانب بھاگ گئے، وَسَكَنَتِ الرِّیْحُ۔ ہوا ساکن ہو گئی، وَهَاجَ الْبَحْرُ۔ سمندر ٹھہر گئے، وَاصْفَتِ الْبَہَائِمُ بِاَذَانِہَا۔ جانوروں نے اس طرف کان لگا دیئے، وَرُجِعَتِ الشَّيَاطِیْنُ مِنَ السَّمَاءِ۔ شیطانوں پر آسمان سے آگ برسے لگی، وَخَلَقَ اللّٰہُ بِعِزَّتِهِ وَجَلَالِہِ اَنْ لَا یُسَمٰی شَیْءٌ اِلَّا بِاَرْكَہِہِ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا: جس چیز پر ”بِسْمِ اللّٰہِ“ پڑھی جائے گی۔ میں اس میں ضرور برکت عطا فرماؤں گا۔ (تفسیر الدر

المنثور صفحہ ۹ جلد ۱، فتح القدیر ۱۸ جلد ۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الفاظ و معانی کا ایک بے کنار سمندر ہے جس میں آپ جتنا غور و فکر کرتے جائیں گے، علم و عرفان اور معرفت حق کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اور بقول امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ:

”اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید تمام سابقہ کتب سماوی کے علوم و فنون کا خلاصہ اور نیچوڑ ہے۔ اور تمام قرآنی احکام کا نیچوڑ اور خلاصہ ”سورۃ فاتحہ“ ہے اور سورت فاتحہ کی تلخیص اور نیچوڑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے“

”بِسْمِ اللّٰهِ“ ایسی بابرکت آیت اور بڑی عظمت و توفیق ہے کہ جب کوئی استاد اپنے شاگرد کو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کا حکم دیتا ہے اور وہ شاگرد اپنے استاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتا ہے تو بِسْمِ اللّٰهِ کی برکت سے اسے پڑھانے والے، پڑھنے والے اور دونوں کے ماں باپ کے لئے جہنم سے آزادی کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند القردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کیا ہے کہ:

إِنَّ الْمُعَلِّمَ إِذَا قَالَ لِلصَّبِيِّ قُلْ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ فَقَالَ كُتِبَ لِلْمُعَلِّمِ وَلِلصَّبِيِّ وَلَا يَوْتُونَ بَرَاءَةً

مِنْ النَّارِ (تفسیر الدر المنثور صفحہ ۹ جلد ۱)

بے شک استاد جب بچے کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھائے تو اس کی برکت سے استاد، بچے اور ان دونوں کے والدین کے لئے آگ کے عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

یہ تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے اور پڑھانے کی برکت اور فضیلت تھی۔ اب بِسْمِ اللّٰهِ کے لکھنے کی برکت اور اس کے ثواب کا مختصر تذکرہ بھی سماعت فرمائیے اور دلوں کو ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے نور سے منور کرنے کی کوشش فرمائیے۔ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مُحَوَّذَةً نَّعِظُكُمْ اِلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ (لدر المنثور

صفحہ ۱۰ جلد ۱ سند ضعیف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تعظیم الہی کیلئے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کو خوش خط اور عمدہ طریقے سے لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

چھ ہزار نیکیاں

”بِسْمِ اللّٰهِ“ کا پڑھنا کارِ ثواب ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کا لکھنا ذریعہ نجات اور ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کا وظیفہ باعث برکات ہے۔ اس کی تلاوت کے اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ اَرْبَعَةَ اَلْفٍ خَسَنَةٍ وَمَعَهَا اَرْبَعَةُ اَلْفٍ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ اَرْبَعَةَ اَلْفٍ ذَرْجَةً

(تفسیر فتح القدیر صفحہ ۱۹ جلد ۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلے میں اس کے نامہ اعمال میں چار ہزار نیکیاں ورج فرمادیتا ہے اور اس کے چار ہزار گناہ معاف فرمادیتا ہے اور اس کے چار ہزار درجات بلند فرمادیتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ کی تلاوت کے ثواب اور اجر پر غور فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ پوری بسم اللہ پڑھنے والے کو چار ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ چار ہزار گناہ معاف ہوتے اور چار ہزار درجات بلند ہوتے ہیں بلکہ فرمایا کہ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلے میں اس کے قاری کو یہ مرتبہ اور مقام نصیب ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرحمن الرحیم ایسا عظیم بابرکت اور مہتمم بالشان وظیفہ ہے کہ جس مقام پر اسے پڑھا جائے وہاں کے پھاڑ، درخت، زمین اور دوسری اشیاء بھی ذکر الہی میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، حرمیہ، عقیقہ، محدثہ معلّمہ، مہلقہ فرماتی ہیں کہ

لَمَّا نَزَلْتُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ صَحَبَتُ الْجِبَالِ

حَتَّى سَمِعَ أَهْلُ مَكَّةَ دَوِّيَهَا فَقَالُوا سَحَرَ مُحَمَّدٌ
 الْجِبَالَ. فَبَعَثَ اللَّهُ دُحَانًا حَتَّى أَظْلَمَ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
 الرَّحِيمِ مَوْفِقًا سَبَّحْتَ مَعَهُ الْجِبَالُ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْمَعُ ذَلِكَ
 مِنْهَا. (تفسیر فتح القدیر صفحہ ۱۹۹ جلد ۱)

جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نزول ہوا تو پہاڑوں نے
 زور سے (بسم اللہ کی) آواز نکالی۔ یہاں تک کہ پہاڑوں
 کی اس آواز کو اہل مکہ نے بھی سنا تو انہوں نے (اسے بسم اللہ
 کی برکت اور نبی اکرم ﷺ کا معجزہ قرار دینے کی بجائے یہ)
 کہا کہ محمد ﷺ نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ
 نے اہل مکہ پر ایک دھواں بھیجا جس نے تمام اہل مکہ کو گھیرے
 میں لے لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یقین کامل
 کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اس کے
 ساتھ پہاڑ بھی رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ مگر وہ ان
 پہاڑوں کی آواز نہیں سن سکتا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھنے سے کام میں برکت، رزق میں
 وسعت، معاملات میں آسانی، مشکلات سے نجات، پریشانیوں سے چھٹکارا، اللہ تعالیٰ
 کی رحمت اور رب العزت کی قربت نصیب ہوتی ہے اور بسم اللہ کا وظیفہ کرنے والا
 مسلمان، اللہ رب العالمین کے اس قدر قریب ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ قرب کا تصور
 بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نبی مکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور اول مفسر قرآن حضرت عبد اللہ
 بن عباس رضی اللہ عنہما ذکر فرماتے ہیں کہ

إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ بِسْمِ اللَّهِ
 الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ هُوَ سَمٌّ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ وَمَا بَيْنَهُ

وَبَيْنَ اسْمِ اللَّهِ الْكَبِيرِ إِلَّا مَا بَيْنَ مَوَاقِعِ الْعَيْنِ وَبَيَاضِهَا

مِنَ الْقُرْبِ. (تفسیر فتح القلبر صفحہ ۱۸، جلد ۱)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی محترم ﷺ سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بارے میں دریافت کیا تو رسول

معظم ﷺ نے فرمایا کہ بسم اللہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی

(خوبصورت ناموں) میں سے ایک نام ہے اور اس کے (پڑھنے

والے) اور اللہ تعالیٰ کے بڑے نام کے درمیان اتنا (نہ ہونے

کے برابر) ہی فاصلہ ہوتا ہے جتنا آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے

درمیان ہوتا ہے۔

یعنی جس طرح آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اسی

طرح بسم اللہ کے قاری اور رب تعالیٰ کے تعلق کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔

بسم اللہ کا وظیفہ کرنے والا اپنے منہ سے کلمات بعد میں ادا کرتا ہے اس کا رب اس کی

دعا کو پہلے ہی درجہ قبولیت عطا فرمادیتا ہے۔

نزول بسم اللہ کا تاریخی پس منظر

☆ سب سے پہلے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام پر بسم اللہ شریف کا نزول

ہوا جب سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل نامناسب اور اونچھی حرکتوں پر اتر آئی

تو یہ آیت امان ان کے سینوں سے اٹھالی گئی اور زبانوں سے جھین لی گئی۔

☆ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ آسمانی نعمت عطا فرمائی گئی۔ وقت آنے پر

نعمت دوبارہ واپس لے لی گئی۔

☆ پھر موقعہ آنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دور میں عطا کی گئی جب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد قوم میں بگاڑ پیدا ہوا تو بسم اللہ شریف

پھر اٹھالی گئی۔

☆ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ محراب داؤدی میں تمام لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ آیت امان نازل فرمانے والا ہے اس لیے سب منع ہو جاؤ۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں پھر یہ آیت امان بڑی شان و شوکت، اہتمام و احترام کے ساتھ اتاری گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا: اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے، اترتے چڑھتے، غرض ہر حالت میں اس کی تلاوت کرو اور اسے اپنا درود و عظیمہ بنا لو۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب آپ کی قوم بگڑ گئی اور دین حق سے منحرف ہو گئی تو ان سے بھی یہ دولت سلب کر لی گئی۔

☆ جب حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی تو سعادت مند لوگ امداد آپ کے گرد جمع ہو گئے اور اس کلام سے اپنی روحوں کو منور کرنے لگے جو جبریل علیہ السلام کی وساطت سے نازل ہوا۔

ایک روز جبریل امین آخری دو سورتیں یعنی سورۃ الملق اور سورۃ الناس لے کر نازل ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: دو سورتوں کے درمیان فصل اور فرق کرنے کے لیے کوئی خاص علامت ہونی چاہیے۔ جبریل امین فوراً دربار خداوندی میں پہنچے ارشاد ہوا اب وہ وقت آ گیا ہے کہ عرش کی دولت فرش کو اور آسمان کی عظیم ترین نعمت محبوب مکرم ﷺ کو عطا کر دی جائے۔ نزول بسم اللہ کا بڑا جلال امداد میں اہتمام و التزام کرو۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حکیم خداوندی کے مطابق ستر ہزار فرشتوں کا جلوس اپنے ساتھ لیا اور بڑی سچ و صبح اور شان و شوکت کے ساتھ زمین کی طرف روانہ ہوئے۔ فرشتے اعلان کر رہے تھے کہ طُورُ قُورَا طُورُ قُورَا استہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو اور باادب با ملاحظہ ہو شیار کھڑے ہو جاؤ کیونکہ بسم اللہ کا خزانہ زمین کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔

شیطان نزولِ بسم اللہ کا یہ جلال اور شاندار منظر دیکھ کر چیخ اٹھا اس سے یہ اعزاز و اکرام دیکھنا نہ گیا۔ حسد و کدورت سے جل بھن گیا اور غم و اضطراب کے باعث سینہ پٹنے اور سر جھٹنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا بسم اللہ کی برکت، بندوں کو روحانی امراض سے نجات دے گی اور رب کا قرب عطا کرے گی۔ اس کے ورد سے گناہ معاف ہوں گے اور روحوں کو جلا نصیب ہوگی۔ اس لئے درد و کرب سے اس کی کمر ٹوٹ گئی۔

بسم اللہ کے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ

كُلُّ أَفْرَ ذِي نَالٍ لَّمْ يُبْدِ بِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ أَلْفَعُ وَابْتَرُ
رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر اہم کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت اور احوار رہتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا کہ

گھر کا دروازہ بند کر دو بسم اللہ کہو۔ چراغ گل کر دو تو بسم اللہ کہو۔ برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو۔

کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت قرآن و حدیث میں بار بار آئی ہے۔ (قرلمی)

بسم اللہ کے فوائد

پہلا فائدہ

جو شخص اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو اس میں شیطان شریک نہ ہوگا اور اگر اس صحبت سے حمل قائم ہو جائے تو اس حمل کا بچہ اپنی زندگی میں جس قدر سانس لے گا اس قدر اس کے باپ کے اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

دوسرا فائدہ

جو شخص کسی جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے تو اس جانور کے ہر قدم پر اس سوار کے حق میں ایک نیکی لکھی جائے گی اسی طرح جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے جب تک وہ اس میں سوار رہے گا اس کے واسطے نیکیاں لکھی جائیں گی۔

تیسرا فائدہ

بسم اللہ ہر زہر کا تریاق

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہو گئے لافسے پیغمبر نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی کیفیت بیان کی اور شاد ہول لافلاں بوٹی کھا لو آرام آجائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنگل سے وہ بوٹی توڑ کر کھالی آرام آگیا کچھ عرصہ بعد پھر آپ کو وہی بیماری لاحق ہوئی آپ سیدھے جنگل میں گئے اور وہی بوٹی توڑ کر کھالی مگر آفاقہ ہونے کی بجائے مرض نے اور شدت اختیار کر لی آپ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا اللہ! پہلی مرتبہ اس دوا سے شفا حاصل ہوئی تھی لیکن اس دفعہ مرض اور بڑھ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ:

”پہلی مرتبہ تم ہماری طرف سے بوٹی کی طرف گئے تھے اس لیے شفاء حاصل ہو گئی دوسری مرتبہ تم خود ہی اس کی طرف چلے گئے اس لیے بیماری شدید ہو گئی کیا تم نہیں جانتے ساری دنیا زہر قاتل ہے اور اس کا تریاق صرف ہمارا نام ہے۔“

چوتھا فائدہ

تمام بدن پاک ہو جاتا ہے

جس نے بِسْمِ اللہ شریف پڑھے بغیر وضو کیا اس کے صرف وہی اعضا پاک ہوں گے جو اس نے دھوئے اور جس نے بِسْمِ اللہ پڑھ کر وضو کیا اس کا تمام بدن پاک ہو جائے گا۔ (تفسیر کبیر، ص ۸۸)

پانچواں فائدہ

کھانے میں شیطانی تصرف سے بچاؤ کا ذریعہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور اکرم ﷺ نے بتایا:
 اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اِنْ لَا يُذَكَّرُ بِاسْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ
 اِذَا شَرِبَ اَوْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ اَكَلَ
 اگر بِسْمِ اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لئے
 حلال سمجھ لیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اِذَا اَكَلْتُ اَحَدُكُمْ فَلْيَسِّ اَنْ يُّذَكَّرَ اللّٰهُ عَلَى طَعَامِهِ فَلْيَقُلْ
 بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ

جب کوئی شخص کھانے پر بِسْمِ اللہ پڑھنا بھول جائے تو وہ آخر
 میں یوں پڑھ لے بِسْمِ اللہ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ

حضرت امیر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں وقوع پذیر ہونے والے ایک واقعہ کا ذکر
 کرتے ہیں:

كَانَ رَجُلٌ يَأْكُلُ يَسْمَحُ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ اِلَّا لُقْمَةٌ
 فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلَى فِيهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ

ایک آدمی بِسْمِ اللہ شریف پڑھے بغیر کھانا کھا رہا تھا جب اس

کا ایک لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ

حضور ﷺ یہ سن کر مسکرائے پھر فرمایا:

مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقْنَأَ مَا

فِي بَطْنِهِ (مشکوٰۃ: ۳۶۵)

شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی تو
تے کر دی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

چھٹا فائدہ

بسم اللہ سے بخشش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بستی کے قریب سے گزرے آپ کی پیغمبرانہ نگاہ
زمین کے خجانات چیرتی ہوئی ایک مردے پر جا پڑی دیکھا اسے سخت ترین عذاب ہو
رہا ہے اس قسم کے مشاہدات آپ کے لئے عام سی بات تھی اس لیے وہاں سے آگے
گزر گئے۔

کچھ دیر بعد جب واپس مزے تو دیکھا اسے بہشتی طے پہنا کر فردوسی آن بان
عطا کی جارہی ہے اور نور کے مطابق اس کے آگے رکھے جا رہے ہیں۔ چند لمحوں میں
بدلتے یہ رنگ دیکھ کر آپ دنگ رہ گئے کھٹ احوال کے لئے آپ نے التجا کی ارشاد
ہوا کچھ عرصہ پہلے اس کا انتقال ہوا تھا اعمال نامہ میں کوئی نیکی نہ ہونے کے باعث یہ
شدید عذاب کی گرفت میں تھا اس کی وفات کے چند ماہ بعد اس کے گھر اس کا بچہ ہوا
جسے اس کی بیوی نے بڑی محبت سے پالا آج وہ اسے لے کر معلم کے پاس آئی تھی اور
معلم نے ابھی اسے بِسْمِ اللّٰهِ شریف پڑھائی ہے اس وجہ سے ہم نے اس سے
عذاب اٹھا لیا ہے کیونکہ ”مجھے شرم آئی کہ اپنے ہندے کو زمین کے اندر عذاب دوں
جبکہ اس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے۔“ (تفسیر داؤدی، ص ۸۸)

ساتواں فائدہ

بہشتی نہروں کا سرچشمہ اور نلکٹ

صاحب تفسیر روح البیان شریف نے بسم اللہ کے ماتحت ایک حدیث نقل فرمائی کہ جب حضور علیہ السلام محراب میں تشریف لے گئے اور بختوں کی سیر فرمائی تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں ایک پانی کی دوسری دودھ کی تیسری شراب کی اور چوتھی شہد کی جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں حررت جبریل امین نے عرض کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں دوسرے فرشتے نے عرض کیا کہ ان چاروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں ایک جگہ لے گیا وہاں ایک درخت تھا جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل پڑا تھا اور اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں ارشاد فرمایا دروازہ کھولو عرض کیا اس کی چابی میرے پاس نہیں بلکہ آپ کے پاس ہے یعنی بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا، دروازہ کھل گیا، اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بسم اللہ لکھی ہے اور بسم اللہ کی میم سے پانی جاری ہے (اللہ کی ہ سے دودھ جاری ہے، رخصن کی میم سے شراب اور رحیم کی میم سے شہد) اندر سے آواز آئی اے میرے محبوب علیہ السلام آپ کی امت میں جو شخص بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے وہ ان چاروں کا مستحق ہوگا۔

جنت کا نلکٹ بھی بسم اللہ شریف ہی ہے۔ جب جنت میں جانے کا وقت آئے گا تو اہل بہشت کو ایک نلکٹ دیا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: ”بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ یہ اللہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام نلکٹ ہے۔ اے فرشتو! اسے اعلیٰ جنت میں داخل کرو جس کے پھل انسان کی پہنچ سے باہر نہیں۔ (مجالس سنہ)

آٹھواں فائدہ

عذاب الہی سے بچاؤ

تفسیر کبیر میں بسم اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعوے

—

بِسْمِ اللّٰہِ مفتاح اُمِّ الْکِتَابِ

رب رحمن ورحیم نے اپنے کلام کا افتتاح بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے فرمایا تاکہ انسان اس جلدِ العلوم سے فیض یاب ہونے کے لیے دعا، دوا اور شفا کی مفتاح سے کام لے، اپنی زبان، اپنے دل، اپنے ذہن کو دیگر تمام خارجی سہاروں سے خالی کر دے تاکہ نورِ ہدایت اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ دل، زبان اور ذہن پر ضیا پاشی کر سکے۔ یہ حقیقت ہے کہ کلام الہی سے ہدایت بھی میسر ہو سکتی ہے، جب دل ہدایت قبول کرنے پر آمادہ ہو اور جان بوجھ کر کسی باطل نظریہ کے بحر میں جھلا نہ ہو۔ قرآن سے ہدایت یابی پر قلب کو آمادہ کرنے کے لیے اور باطل نظریات سے رہائی کا واحد نسخہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

جب جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے،

وحی لاتے، اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے تو رسول

اللہ ﷺ سمجھ جاتے کہ یہاں سے نئی سورت شروع ہوتی

ہے۔ (مسند ابن ماجہ)

بسم اللہ اور تلاوتِ قرآنِ حکیم

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف جو سب سے پہلے وحی نازل کی اس

سے فرمایا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. (سورة العلق)

آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہمارے رسول ﷺ کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لیے ہے اور اللہ کا نام لے کر پڑھنے کا وہی طریقہ موزوں ہے جسے رحمت عالم ﷺ سے سید قبولیت ملی یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لہذا تلاوت آیات کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کرنا ضروری ہے۔

بسم اللہ اور استقبال عبادات

عبادت کا مطلب ہے اللہ کی اطاعت اور اس کے سامنے عجز و تذلل کا اظہار، اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کا مقصد ہی عبادت قرار دیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. (ذاریات: ۵۶)

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اللہ کی عبادت اور اطاعت کے درست علم، صحیح ادائیگی اور پختہ ایمان کے لیے اللہ ہی سے استعانت کی ضرورت ہے، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بِسْمِ اللّٰهِ بہترین دعا ہے، یہی وجہ ہے کہ عبادات کی لوج زریں پر بِسْمِ اللّٰهِ جگہ جگہ کرتی نظر آتی ہے۔

بسم اللہ اور وضو

اللہ تعالیٰ اور اس کے عہد کے درمیان سب سے مضبوط اور بہترین تعلق کا مظہر عمل صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کے لیے تطہیر روح کے ساتھ ساتھ طہارت بدن بھی لازمی ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمارے رسول ﷺ نے ہر نماز کی ادائیگی کے لیے وضو کا حکم فرمایا، وضو کا آغاز کیسے ہو؟ وضو اپنی اصل روح کیسے برقرار رکھ سکتا ہے؟ وہ کون سا

عمل ہے جس پر وضو کی مقبولیت کا انحصار ہے؟ سنئے:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس نے بسم اللہ کہہ کر وضو نہیں کیا وہ وضو سے محروم رہا۔ (مسند احمد)

اس شخص کا کوئی وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہیں لیا اور جس کا

وضو نہیں اس کی صلوٰۃ کیسے ہوگی؟ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ وضو کرنے لگتے تو کہتے ”الوضوء بسم اللہ“ میں وضو کرتا

ہوں اللہ کے نام سے۔ (سنن نسائی)

وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کا کیا اجر ملے گا؟ ایک بار آپ ﷺ نے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جب وضو کرنے لگو تو بسم اللہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ تمہارے

محافظ فرشتے جب تک وضو ساقط نہیں ہوگا۔ نیکیاں لکھتے رہیں

گے۔ (طبرانی)

دوسرے کا وضو کراتے وقت

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”وضو کرنے

کا اعلان کرو“ یعنی صحابہ سے کہو وضو کر لیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت جابر

رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”جابر پانی لو اور بسم اللہ کہہ کر مجھ پر ڈالتے جاؤ۔“ چنانچہ

جابر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر پانی ڈالنا شروع کیا۔ (صحیح مسلم)

بسم اللہ اور (مسجد) میں داخلہ

مساجد زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں ان میں اللہ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔ مساجد

اللہ اکبر کی صدائے دعوت کا مرکز ہیں۔ ان کے ادب و احترام میں ان کی حدود میں

شور و غل، بدتمیزی اور کھیل کود سے اجتناب لازم ہے۔ بے شک مساجد میں داخل ہونا

ایک ایسا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اس تعلق کو مستقل

نتیجہ خیز بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مساجد میں داخلہ کے وقت وہ دعا پڑھی جائے جو معلم کتاب و حکمت ﷺ نے ہمیں سکھائی ہے اور مساجد سے باہر نکلتے ہوئے بھی وہی دعا مانگیں جو ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں عطا کی ہے تاکہ مساجد کے اندر ہی نہیں، بلکہ باہر نکل کر بھی ہم اپنے رحمان اللہ کے احسانات و فضل اور رحم سے محروم نہ رہیں۔ اور ہاں دیکھیں اس دعا کا سرنامہ بھی تو بسم اللہ ہی ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے مسجد میں داخل ہونے کی دعا یوں روایت کرتے ہیں:

بسم اللہ والصلوة والسلام علی رسول اللہ اعوذ باللہ العظیم بوجه الکرم وسلطانه القدیم من الشیطان الرجیم۔ اللھم افتح لی ابواب رحمتک۔
اللہ کے نام سے اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر، اللہ عظمت والے کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، اے اللہ میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ”جب یہ دعا آدمی پڑھ لے تو شیطان کہتا ہے یہ آدمی تمام دن کے لیے میرے شر سے محفوظ ہو گیا۔“ خیال رہے انسان بہت سی جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار شیطانی شر کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔

بسم اللہ (مسجد سے خروج)

مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھیں اور پھر دایاں اور یہ دعا پڑھیں:

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك (سنن ابن ماجہ)

اللہ کے نام سے اور سلام ہو اللہ کے رسول پر، اسے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

ان دعاؤں کے الفاظ پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ داخلے کے وقت رحمت طلب کی گئی کیونکہ یہ وقت اللہ کی بارگاہ میں خاص حاضری کا تھا جب مادی دنیا کی طرف مسجد سے اٹھ کر جانے لگے تو فضل طلب کیا جو مال کے معنی بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (الجمعة، ۱۰۰)

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

بسم اللہ اور حجر اسود کا بوسہ

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں تمام عبادات کی نوعیت شامل ہوتی ہے۔ مالی، قوی اور فعلی عبادات، یوں تو حسب فرمان رسالت ہر کام سے قبل بِسْمِ اللہ پڑھنا چاہیے لیکن طواف بیت اللہ کے وقت حجر اسود کو بوسہ دینے سے قبل مسنون الفاظ کا اعادہ ضروری ہے۔ یہ بھی بِسْمِ اللہ کے مہتمم بالشان الفاظ سے مرکب ہیں یعنی بِسْمِ اللہ، اللہ اکبر ”اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے۔“ (الحج والعمرة)

بسم اللہ اور قربانی

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج، ۳۷)

اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی اس غرض سے کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا کئے ہیں۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

صبر و حلم کی یادگار ہے۔ قربانی ہمارے دلوں پر دستک دے کر کہتی ہے کہ اللہ کی اطاعت و محبت کے لئے مال، اولاد اور جان غرض ہر ایک چیز قربان کر دو۔ اللہ تعالیٰ قربانی کے ضمن میں انسان کے مال پر نہیں، حسن نیت اور خلوص پر فیصلہ فرماتا ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ
مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا

ہے۔

قربانی میں حصول تقویٰ اور مال کی محبت کے ٹکڑے سے بچنے کے لیے جو دعائیہ محترم ﷺ نے فرمائی، اس کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یوں ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک مینڈھے کو ذبح کرنے لگے تو مجھ سے فرمایا ”عائشہ! چھری لاؤ۔“ میں چھری لائی۔ پھر فرمایا ”پھر پراچھی طرح تیز کر“ میں نے چھری تیز کی۔ پھر آپ ﷺ نے مینڈھے کو پکڑا، زمین پر لٹایا اور ذبح کرتے وقت یوں کہا۔

بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وال محمد ومن امة
محمد (صحیح مسلم)

اللہ کے نام سے، اے اللہ! قبول فرما۔ حضرت محمد ﷺ کی طرف سے ان کے اہل خانہ کی طرف سے اور ان کی امت کی طرف سے۔

جب حاجی قربانی کرنے لگے تو اسے ہدایت کی گئی کہ وہ یوں کہے:

بسم اللہ اکبر ہو منك ولك (امام نووی شرح مہذب)
اللہ کے نام سے، اللہ بہت بڑا ہے، یہ تیری طرف سے ہے، اور
تیرے لیے قربانی کر رہا ہوں۔

بسم اللہ اور جہاد

جہاد ایک ایسی عبادت ہے جو قیامِ دین کی ضامن ہے۔ جہاد کے بغیر اسلامی ریاست کا تصور ممکن ہی نہیں لیکن جہاد میں اسلامی احکام پیش نظر رکھنا اور صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا بڑا دشمن مرحلہ ہے۔

شجاعت میں ناموری یا مالِ غنیمت کا شائبہ ذہن میں دبے پاؤں آ سکتا ہے۔ شیطان کے اس وار سے بچنے کے لیے بسم اللہ سے بہتر کوئی نسخہ نہیں۔ چنانچہ رحمت للعالمین ﷺ جب کسی امیر کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو پورے لشکر کو تقویٰ اور خوفِ الہی کی تلقین کرتے، اس کے بعد فرماتے:

اغزوا بسم اللہ فاللہ من کفر باللہ اغزوا ولا تغلروا

ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیداً (الجہاد فی الاسلام)

جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو کفر کرتے ہیں۔ مگر جنگ میں کسی سے بد عہدی نہ کرو۔ غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو۔

بسم اللہ اور امیرِ جیش کو ہدایت

عبدالرحمن بن حوف رضی اللہ عنہ کو ۶ ہجری میں رسول اکرم ﷺ نے دومۃ الجندل کی مہم پر روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے سب مہارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور فرمایا:

بسم اللہ اللہ کی راہ میں روانہ ہو جاؤ، جو لوگ اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں۔ ان سے جا کر جہاد کرو۔ کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا۔ قبیلہ کلب کو دومۃ الجندل پہنچ کر دعوتِ دین دینا، وہ قبول کر لیں تو وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے

نکاح کر لینا۔ (طبقات ابن سعد حصہ منافی)

بسم اللہ..... دسترخوان کا حق

زندگی اور صحت برقرار رکھنے کے لیے خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ لیکن اس کا مدار اسی حصولِ خوراک پر ہے جسے دینِ اسلام نے متعین فرما دیا ہے۔ اس سے تجاوز ہمارے ایمان اور صحت دونوں کے لیے تباہ کن ہے۔ پیٹ تو حیوان بھی ادھر ادھر منہ مار کر بھر ہی لیتا ہے۔ انسان اور حیوان میں تہذیبی حدود ہی تو حدِ فاصل ہیں۔ ان حدود میں رہ کر حصولِ خوراک ایمان و جسم کی توانائی، تازگی، فرحت کا ضامن بن سکتا ہے۔ مسلمان کے دسترخوان کا حق ہے کہ اس پر چنی جانے والی اشیاءِ حرام سے قطعی پاک ہوں، طیب ہوں۔ آئیے دیکھیں اشیاء کو دسترخوان تک پہنچانے کے لیے کس کس مرحلے پر کس کس انداز میں بِسْمِ اللہ کے مستون الفاظ ملتے ہیں۔

بسم اللہ اور شکار

گوشت انسانی خوراک کا اہم حصہ ہے۔ اس میں لحمیات، معدنی نمکیات اور فولاد کا وافر ذخیرہ ہوتا ہے۔ اللہ کا یہ خاص فضل ہے کہ اس نے جن جانوروں کا گوشت حجت اور اخلاق کے لیے مفید ہے انہیں کھانے کا حکم فرمایا۔ ذبح کرنے کے لیے کچھ جانور تو جلدی قابو میں آ جاتے ہیں لیکن بعض کو قابو کرنے کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اسی ذریعے کو شکار کہتے ہیں۔ شکار کرنے کے لیے جو آلہ استعمال کیا جائے اس پر بِسْمِ اللہ پڑھنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا
عَلَّمَكُمُ اللَّهُ أَفَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ (العنكبوت: ۶)

اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سداہایا ہو جن کو اللہ کے دیئے ہوئے علم کی بناء پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں تم اس کو کھا سکتے ہو البتہ اس پر اللہ کا نام لے لو۔

بسم اللہ اور مذبح

اسلام میں صرف اسی جانور کا گوشت کھایا جاسکتا ہے جسے مسنون طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔ جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ از خود مرنے والے جانور یا کسی دوسرے طریق سے مرنے والے جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں۔ اس طرح جو جانور اللہ کے نام کے بغیر یا اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے اس جانور کا گوشت بھی حلال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ. (الانعام: ۱۱۸)

’کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔‘

وَلَا تَكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكَّرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ

(الانعام: ۱۲۱)

ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یہ فسق ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا طریقہ ذبح کیا تھا؟

اسے انس رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا، نبی اکرم ﷺ نے دو سینگ دار مینڈھے میرے سامنے ذبح کئے، ذبح کرتے وقت آپ ﷺ نے قدم مبارک دونوں کی گردن کے پہلو پر رکھا اور کہا:

بسم اللہ اللہ اکبر. (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی)

یاد رہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کرنا شرک اور گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لعنت ہے اس پر جو بغیر اللہ کے نام کے ذبح کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بارے میں بہت احتیاط برتتے تھے اور اگر کسی کے ہاں سے گوشت ہدیہ آتا تو تحقیق کر لیتے کہ یہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہے اور خالص اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہے یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا ”بعض نو مسلم ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں اس کا علم نہیں ہوتا کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

تم اسے بسم اللہ پڑھ کر کھالیا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصيد)

معلوم ہوا کہ اگر یہ پتہ نہ چل سکے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ کہی گئی ہے یا نہیں تو خود بسم اللہ پڑھ کر کھالینا چاہئے۔ ہاں اگر علم ہو جائے کہ بسم اللہ نہیں کہی گئی تو اس سے کھانا ہرگز جائز نہیں۔

بسم اللہ اور عقیقہ

بچہ اللہ تعالیٰ کی گراں قدر نعمت ہے۔ بچہ انسان کی موت کے بعد بھی اس کے نیک اعمال میں کثرت کا سبب بنتا ہے، اسی لیے نیک اولاد کو ہمارے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ جاریہ فرمایا ہے۔ اس نعمت کے حصول پر شکرگزاری کے اظہار کے لئے جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ اسی کو عقیقہ کہتے ہیں۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بچوں کی پیدائش پر عقیقہ کیا اور ہمیں بھی عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔ عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت بھی بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ چنانچہ جب رحمۃ اللعالمین ﷺ عقیقہ کے جانور ذبح کرتے تو کہتے:

بسم اللہ اللھم لک والیک تحقیقۃ فلان

(تحفة المولود فی احکام المولود۔ ابن قیم)

اللہ کے نام سے اے اللہ! فلان کا عقیقہ تیری طرف تیرے ہی لیے ہے۔

بسم اللہ اور دودھ دونا

تمام غذاؤں میں سے دودھ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس

میں ہماری صحت کے لئے تمام ضروری اجزاء سمودیتے ہیں۔ اسی لیے یہ تنہا بھی متوازن غذا کا کام دیتا ہے۔ اس میں لحمیات، نشاستہ، روغن اور قاس فورس موجود ہوتے ہیں۔ تازہ دودھ ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ دودھ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا ہر بچے کی ابتدائی غذا ہے۔ اسے پکانے اور بنانے کی محنت نہیں کرنی پڑتی بلکہ اللہ رحمن و رحیم نے اسے تیار شکل میں مہیا کر رکھا ہے۔ یہ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ

بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّنَّا خَالِصًا سَائِغًا يَّالْشَّارِبِينَ (النمل: ۶۶)

اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو چنے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا حق ہے کہ اسے دوہتے وقت بسم اللہ کہہ کر شکرانہ نعمت کیا جائے، ہمارے رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اثنائے سفر ام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں رنکے۔ ان کے پاس سوائے ایک مرل بکری کے کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ام مہدی سے اجازت لی، بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، دودھ دوہا تو وہ اس قدر تھا کہ حاضرین نے پیٹ بھر کر پیا۔ مرل بکری کے تھنوں میں دودھ کی کثرت ہمارے رسول ﷺ کا معجزہ ہے، لیکن آپ ﷺ نے بسم اللہ دودھ دوہتے ہوئے کہا اور اس کا لازمی ہونا اپنی جگہ موجود ہے۔

بسم اللہ اور کھانا پکانا

انسان نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو کتنے ہی خوبصورت اور مفید طریقوں سے استعمال کیا اور کر رہا ہے، اس کا اندازہ ارد گرد پھیلی ہوئی مصنوعات سے

لگایا جاسکتا ہے۔ خوراک کو بھی حفظانِ صحت کے تقاضوں سے مزید ہم آہنگ کرنے اور اسے خوش ذائقہ بنانے کے لیے رنگارنگ پکوان تیار کئے جاتے ہیں۔ اللہ کی اس نعمت کو پکاتے ہوئے بِسْمِ اللہ کی بابرکت معیت ضروری ہے تاکہ جسمِ غذا کے ساتھ ساتھ شفاء کی شندک سے مستفید ہوتا رہے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا کچھ کھانے کو ہے تو تیار کرو۔ چنانچہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تھوڑا سا آٹا تھا۔ وہ گوندھا اور بکری کا بچہ ذبح کیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا ”جاؤ رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔“ میں بلائے گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا ”ابوطلحہ نے تمہاری دعوت کی ہے۔“ یہ سن کر بہت سے صحابہ ساتھ ہو لیے۔ ابوطلحہ اتنے آدمی دیکھ کر گھبرا گئے لیکن ام سلیم نہیں گھبرائیں۔ نبی ﷺ پاس پہنچے اور پکیتے ہوئے کھانے پر بِسْمِ اللہ کہہ کر برکت کی دعا کی پھر مجھ سے فرمایا کہ ”دس دس آدمیوں کو بلا تے جاؤ۔“ جب صحابہ کھانے کے لیے بیٹھے تو فرمایا ”کھاؤ! بِسْمِ اللہ پڑھ کر۔“ اس کھانے کو تقریباً اسی صحابہ نے کھایا لیکن پھر بھی بچ رہا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطعام)

معلوم ہوا پکیتے ہوئے کھانے پر بِسْمِ اللہ پڑھنا چاہئے اور کھانا شروع کرتے وقت بھی بِسْمِ اللہ کہنا چاہئے۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے تعلق رکھتا ہے لیکن بِسْمِ اللہ کہنا کھانا پکاتے ہوئے اپنی جگہ مسلم ہے۔

بسم اللہ اور کھانے کا آغاز

خوراک حلال ذرائع سے حاصل کر لیا۔ اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کیا، پکایا، اب کھانے کا مرحلہ درپیش ہے کیونکہ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے اس لیے اس نعمت کا استعمال اور شکر کا اعزاز بھی منفرد ہونا چاہئے۔ کھانے کے لیے معلم کتاب و سنت ﷺ نے ہدایات دیں کہ نیچے مت گراؤ۔ جو گر جائے وہ صاف کر کے کھا لو۔ گرم گرم مت کھاؤ۔ لیکن سب سے اہم بات یہ کہ کھانے سے قبل بِسْمِ اللہ کہو۔ تاکہ

انسان کھانے کی برکات سے مستفید ہو سکے اور شیطان کو اس میں دخل اندازی کا موقع نہ مل سکے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جب نبی ﷺ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ بسم اللہ

ضرور پڑھتے اس کے بعد کھانا شروع کرتے۔ (انکار مسنونہ)

سفر طائف کے موقع پر جب رحمۃ للعالمین ﷺ کو اوباشوں نے پتھر مارے، گالیاں دیں، لہو لہان کیا آپ ﷺ ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے جو عتبہ و شیبہ نامی طائف کے رئیسوں کا تھا ان کو نبی اکرم ﷺ کی حالت پر رحم آ گیا اور غلام کو کچھ انگوڑے کر بھیجا، غلام نے انگوڑا آپ ﷺ کو پیش کیے تو نبی محترم ﷺ نے سخت جسمانی تکلیف کے باوجود بسم اللہ کہہ کر انگوڑوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

عداس نے حیرت سے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور عرض کیا یہ ایسا کلام جو یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا ”تم کون ہو؟“ اس نے کہا ”میں عیسائی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ”اچھا تم مرو صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو؟“ اس نے عرض کیا ”آپ ﷺ کو کیسے خبر ہوئی کہ وہ کون تھے اور کیسے تھے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ میرے بھائی تھے وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔“ عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور آپ ﷺ کا سر اور قدم چوم لیے۔ عتبہ و شیبہ غلام کو دیکھ رہے تھے جب عداس واپس آیا تو پوچھا تم یہ کیا کر رہے تھے؟ عداس نے کہا ”روئے زمین پر آج اس شخص سے بہتر کوئی نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جو صرف ایک نبی ہی بتا سکتا ہے۔“ (رحمۃ للعالمین، جلد اول)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ آغا نبوت میں بھی بسم اللہ کہہ کر کھانے کا آغاز فرماتے تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، کھانا کھاتے وقت کہو:

”بسم اللہ فعلی برکۃ اللہ“ (مسند احمد)

اللہ کے نام سے کھانا ہوں اور اس سے برکت کا امیدوار ہوں۔

عمر و بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تھا۔ میرا ہاتھ پورے دسترخوان پر پھرنے لگا یعنی میں اپنے سامنے کا کھانا چھوڑ کر سب کے سامنے سے کھانے لگا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

”لڑکے بسم اللہ کہہ کر اپنے سامنے سے کھاؤ۔“ (صحیح

مسلم، کتاب آداب الطعام)

کھانا شروع کرتے وقت بھول جائیں تو رسول اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ایسی صورت میں یاد آنے پر یا بعد میں کہو:

بسم اللہ اولہ و آخرہ (ابو داؤد، ترمذی)

”اول و آخر اللہ ہی کے نام سے ہے۔“

کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھئے

کھانا کھانے سے پہلے تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، جمہور علماء اسی کے قائل ہیں، علماء کی ایک جماعت اس کے وجوب کی قائل ہے، اس حیثیت سے تسمیہ پڑھنا چاہئے، اس امر پر علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ”الذکار“ (ص ۲۰۷) میں ذکر کیا ہے۔

بقول حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کھانا کھانے سے قبل تسمیہ بندے کی جانب سے اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے عطا کئے بغیر اس کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ بندہ جب اللہ کا نام لے کر کھانا کھائے گا تو کھانے کا پورا عمل طاعت اور عبادت بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے قوی اور مستحکم ہونے کا سبب ہوگا۔

(تکملة فتح الملہم، ج ۴، ص ۳)

حضرت موصوف مدظلہم فرماتے ہیں: کہنے کو تو یہ معمولی بات ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کر دیا، لیکن اگر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ یہ اتنی

عظیم الشان عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف تو یہ کھانا کھانا عبادت اور باعقب ثواب بن جاتا ہے اور دوسری طرف اگر آدمی ذرا دھیان سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ لے تو اس کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کی معرفت کا بڑا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا حقیقت میں انسان کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ جو کھانا میرے سامنے اس وقت موجود ہے، یہ میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے، بلکہ کسی دینے والے کی عطا ہے۔ میرے بس میں یہ بات نہیں تھی کہ میں یہ کھانا مہیا کر لیتا اور اس کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کر لیتا، اپنی بھوک مٹا دیتا، یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس کا کرم ہے کہ اس نے مجھے یہ کھانا عطا فرمادیا، جب اس دھیان پر استحضار کے ساتھ کھاؤ گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور ان کا کرم ہے کہ انہوں نے مجھے عطا فرمایا تو وہ سارا کھانا تمہارے لئے عبادت بن جائے گا۔

(اصلاحی خطبات، ج ۵ ص ۱۴۴ تا ۱۴۶)

کھانا شروع کرنے سے پہلے تسمیہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شریک نہیں ہوتا، تسمیہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو اس میں شیطان شرکت کرنے لگتا ہے اور اس کا عمل دخل ہو جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے کارندوں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تو تمہارے لئے رات کو رہنے کی کوئی گنجائش ہے اور نہ کھانے کے لئے کوئی گنجائش ہے، اور جب داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہارے رات گزارنے کا انتظام ہو گیا اور جب کھاتے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہارے رات گزارنے کا انتظام بھی ہو گیا اور کھانے کا

بھی۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۷۲)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شیطان کھانے کو حلال کر لیتا ہے جب اس پر

اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ (مسند ابی داؤد، ج ۲ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

طلال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کھانے پر شیطان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے، اب یا تو وہ حقیقتاً اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے یا اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ اس حیثیت سے کھانا شروع کرنے سے پہلے تسمیہ کا پڑھنا جس طرح شیطان کو کھانے سے روکتا ہے اسی طرح کھانے میں برکت کا ذریعہ بھی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اچھے اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے، ایک اعرابی آئے، انہوں نے اس کھانے کو دو قسموں میں کھا لیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اگر یہ صاحب تسمیہ پڑھتے تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج ۲ ص ۸) اب سوال یہ ہے کہ کھانے سے پہلے جو تسمیہ مطلوب ہے اس تسمیہ سے کیا مراد ہے؟ تو علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ”بسم اللہ“ کے الفاظ ہیں جیسا کہ ذیل کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ”بسم اللہ“ کہے۔

(المستدرک للحاکم، ج ۴ ص ۱۰۸، جامع ترمذی، ج ۲ ص ۸)

عبدالرحمن بن جبیر معمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو اس صحابی نے بیان کیا جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ آٹھ سال خدمت کی کہ وہ نبی ﷺ کو ”بسم اللہ“ فرماتے ہوئے سنتے تھے جب کھانا آپ ﷺ کے قریب کیا جاتا۔

(فتح الباری، ج ۹ ص ۴۹۴)

علماء کی دوسری جماعت کا خیال یہ ہے کہ ”بسم اللہ“ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا عنوان ہے لہذا تسمیہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ویسے تو صرف لفظ ”بسم اللہ“ کہنے سے

سنت ادا ہو جائے گی لیکن اگر پورا بِسْمِ اللہ پڑھ لے یعنی بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم کہہ لے تو افضل ہے۔ (الاذکار، ص ۲۰۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ نے پوری بِسْمِ اللہ پڑھنے کے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں نے اس کے لئے کوئی مخصوص دلیل نہیں پائی ہے۔ (فتح الباری، ج ۶ ص ۴۳۱)

شیخ ابوطالب مکی اور امام غزالی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے لقمے پر ”بِسْمِ اللہ“ اور دوسرے پر ”بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم“ اور تیسرے پر ”بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم“ پوری پڑھے۔ (قوت القلوب، ج ۲ ص ۳۰۵۔ احیاء العلوم، ج ۲ ص ۴)

علامہ زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر پہلے لقمے کے ساتھ پوری بِسْمِ اللہ پڑھ لے تو یہ بہتر ہے۔ (الاتحاف، ج ۵ ص ۲۱۷)

کھانا شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللہ و علی بروکۃ اللہ کے جو الفاظ مشہور ہیں وہ مشہور کتب حدیث میں نہیں ملتے۔ البتہ مستدرک حاکم کی ایک روایت میں لفظ ”علی“ کے بغیر بِسْمِ اللہ و بروکۃ اللہ کے الفاظ منقول ہیں۔ (ج ۴ ص ۱۰۷)

شیخ ابوطالب مکی ”قوت القلوب“ میں اور امام غزالی ”احیاء العلوم“ میں کھانا کھاتے ہوئے (شروع میں تسمیہ کے بعد) ہر لقمے پر ”بِسْمِ اللہ“ کہنے کو احسن اور اچھا قرار دیتے ہیں تاکہ کھانا کی بے حد خواہش ذکر اللہ سے غفلت کا ذریعہ نہ بنے۔ ہمارے اکابر میں فقیر النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو حضرت حافظ شہید رحمہ اللہ کا مقول زیادہ پسند تھا کہ ہمیں طریقہ سنت زیادہ پسند ہے کہ شروع میں بِسْمِ اللہ اور آخر میں الحمد للہ، ہر لقمے پر نہیں۔

اگر کئی آدمی اجتماعی دسترخوان پر بیٹھیں تو امام شافعی رحمہ اللہ جیسے بعض علماء کے نزدیک بِسْمِ اللہ پڑھنا سنت علی الکفایہ ہے، اس اعتبار سے پوری جماعت میں سے محض ایک آدمی کا بِسْمِ اللہ کہہ لینا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (الاذکار، ص ۲۰۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک ہر شخص کے حق میں بسم اللہ کہنا سنت ہے، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام مسلم وغیرہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ”ہم جب نبی ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تو ہم اپنے ہاتھ کھانے میں نہیں رکھتے تھے جب تک رسول اللہ ﷺ شروع نہ فرماتے اور اپنا دست مبارک کھانے میں نہ رکھتے، ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ ایک نو عمر بچی آئی، گویا اس کو زبردستی بھیجا گیا، وہ اپنا ہاتھ کھانے میں رکھنے لگی تو رسول ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی آیا گویا اس کو بھی زبردستی دھنیا گیا، آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اس طرح اپنے لئے حلال کرنا چاہتا تھا کہ اس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، وہ اس نو عمر بچی کو لے کر آیا تاکہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے، تو میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس بدو کو لے کر آیا تاکہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میرا جان ہے اے شک شیطان کا ہاتھ اس بچی کے (یا بچی اور بدو دونوں کے) ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاضرین میں سے کسی ایک کا بسم اللہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے بسم اللہ پڑھی ہوگی۔ علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور کے مسلک پر بنا کرتے ہوئے ہر ایک کے لئے بسم اللہ پڑھنا مستحب (یعنی سنت) ہے۔ (ارشاد الساری، ج ۱ ص ۱۶۸)

کئی آدمی ایک دسترخوان پر بیٹھیں تو ان میں سے کسی ایک کو بے آواز بلند بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے تاکہ دوسروں کو یاد دہانی ہو جائے۔ (عمدة القاری، ج ۲ ص ۲۸)

اگر کسی وجہ سے کھانے کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی ہو، چاہے قصد انہیں پڑھی تھی یا پڑھنا بھول گیا تھا، یا معلوم نہیں تھا کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا کسی اور عذر کی وجہ سے بسم اللہ نہ پڑھ سکا ہو تو یاد آنے پر یا علم ہونے

پر یا عذر زائل ہونے پر بسم اللہ اولہ و آخرہ یا بسم اللہ فی اولہ و آخرہ کے الفاظ کہنے چاہئیں، جیسا کہ سنن ابی داؤد (ج ۲ ص ۱۷۳) اور جامع ترمذی (ج ۲ ص ۸) کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ تسمیہ چھوڑنے کی وجہ سے کھانے کی جو برکت شیطان نے لیتا ہے، وہ ان کلمات کے کہنے کی وجہ سے لوٹ آتی ہے اور پورا کھانا با برکت ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت امیہ بن مخش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، ایک آدمی بسم اللہ کہے بغیر کھانا کھانے لگا، یہاں تک کہ سارا کھانا کھالیا، صرف ایک تھمہ باقی رہ گیا، جب اس لقمے کو منہ کی طرف لے جانے لگا تو اس نے ”بسم اللہ اولہ و آخرہ“ کہا، نبی ﷺ ہنسنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا، جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو کچھ پیٹ میں تھا اس کی قے کر دی۔ (سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۱۷۳)

التعلیق المحمود میں ہے کہ شیطان کے قے کرنے کا مطلب برکت کی قے کرنا ہے نہ کہ کھانے کی، اس لئے کہ شیطان برکت کو سلب کرتا ہے کھانے کو سلب نہیں کرتا ہے۔

ملا علی قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قے کرنے سے مراد اس برکت کی قے ہے جو تسمیہ چھوڑنے کی وجہ سے چلی گئی تھی، گویا وہ شیطان کے پیٹ میں بہ طور امانت کے تھی، جب اس آدمی نے اللہ کا نام لیا تو وہ برکت کھانے کی طرف لوٹ آئی۔

(التعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۱۷۳)

کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی مذکور سنت پر اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کھانے میں برکت کا باعث

ایک صحابی نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں

ہوتے یعنی پیٹ نہیں بھرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”شاید تم جدا جدا کھاتے ہو؟“ صحابی نے عرض کیا ”جی ہاں“ فرمایا ”بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر اکٹھے مل کر کھایا کرو، اللہ تمہارے کھانے میں برکت دے گا۔“ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

ایک دن رسول اللہ ﷺ کھانا کھا رہے تھے۔ صحابہ بھی ساتھ شامل تھے، اتنے میں ایک اعرابی آیا اور کھانے پر بیٹھ گیا، اس نے دو لقموں میں کھانا ختم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اگر یہ شخص بِسْمِ اللّٰہِ کہہ لیتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا تم میں سے جب بھی کوئی کھانے بیٹھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ کہہ لیا کرے، اگر شروع میں یاد نہ رہے تو جب یاد آئے تو بِسْمِ اللّٰہِ اولہ و آخرہ کہہ لے۔“ (صحیح مسلم)

بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے

حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار کھانا شروع کیا تو ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی، اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کیونکہ اس نے بِسْمِ اللّٰہِ نہیں کہا تھا۔ اس کے فوراً بعد ایک اعرابی آ گیا، اس نے بھی بغیر بِسْمِ اللّٰہِ کے برتن میں ہاتھ ڈالا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا:

”جب کھانے پر بِسْمِ اللّٰہِ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لیے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے اس لڑکی کے ساتھ آیا تا کہ ہمارا کھانا کھائے، میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا، پھر وہ اس اعرابی کے ساتھ آیا، میں نے اعرابی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، شیطان اس وقت ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔“ (صحیح مسلم)

امیہ بن نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے بسم اللہ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ جب آخری لقمہ رو گیا تو اس نے بسم اللہ اولہ و آخرہ کہا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھاتا رہا۔ جب اس نے بسم اللہ کہا تو شیطان نے جو کچھ کھایا پیا تھا قے کر دیا۔ (ابو داؤد، نسائی)

معلوم ہوا شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لیے بسم اللہ ایک بہترین ڈھال ہے اور کھانے کے ساتھ اس کا استعمال برکت کا باعث ہے۔

بسم اللہ..... معمولات کا محور

ہم ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے ہیں مثلاً کھانا، پینا، اوڑھنا، پہننا، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، لکھنا، پڑھنا، لینا، دینا، پکڑنا، اٹھانا، رکھنا وغیرہ۔ بعض کاموں کے لیے مخصوص الفاظ احادیث میں مع بسم اللہ ملتے ہیں۔ جن کاموں میں مخصوص الفاظ نہیں ملتے ان کے لئے بھی بسم اللہ کا حکم اپنی جگہ موجود ہے کیونکہ ہمارے رسول ﷺ کا یہ حکم ہر کام کو احاطے میں لیے ہوئے ہے۔

”ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو، چاہے مشکیزے کا منہ بند کرو، چاہے دروازہ بند کرو۔“

بسم اللہ کہنے سے برکت حاصل ہوگی۔ شیطان کی دستبرد سے پناہ ملے گی اور اس پر سخت کا ثواب مزید۔ اب چند ایسے معمولات کا تذکرہ جن کے لئے مخصوص مسنون الفاظ احادیث میں ملتے ہیں اور ان میں بسم اللہ کی برکت موجود ہے۔

بسم اللہ..... قضائے حاجت کے وقت

سعید بن منصور روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلا میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے۔

بسم اللہ اللھم انی اعوذ بک من النجس

والخباثت۔ (مسند احمد)

”اللہ کے نام سے میں داخل ہوتا ہوں، اے اللہ پناہ میں آتا ہوں تیری، ناپاک خوں اور جتنوں سے۔“

دیگر روایات میں بِسْمِ اللہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس دعا کی تاکید کرتے ہوئے ہمارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”قضائے حاجت کے مقامات شیاطین اور جتنوں کی آمد و رفت کی جگہیں ہیں۔ اس لئے یہ دعا پڑھ لیا کرو۔“ ایک اور حدیث میں ہے کہ جنات اور انسان کے درمیان پردہ یہ ہے کہ آدمی جب قضائے حاجت کے لئے جائے تو کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ خُفْرَانِكَ (تیسیر الوصول فی احادیث الرسول)

احادیث میں یہ بھی ہے کہ قضائے حاجت کے وقت یا کپڑے اتار کر نہاتے ہوئے یا کوئی ایسی حالت جس میں انسان برہنہ ہو جاتا ہے، انسان کے ساتھ ہمہ وقت موجود محافظ فرشتے بھی اس سے الگ ہو جاتے ہیں لیکن شیاطین چونکہ برائی پر آمادہ کرنے والے ہیں، اس لئے برہنگی کی حالت میں بھی وہ انسان سے الگ نہیں ہوتے، جب تک کہ اللہ سے ان سے بچاؤ کے لئے پناہ طلب نہ کی جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے مذکورہ دو دعاؤں کی تلقین فرما کر انسان کے لئے جن و شیطان کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کا نسخہ فراہم کر دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ..... کپڑے اتارتے وقت

مسند ابن شیبہ میں ہے کہ ”اگر ہم کپڑے اتارتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ کہہ لیں تو شیطان سے پردہ ہو جاتا ہے۔“

بِسْمِ اللّٰهِ..... بیوی کے پاس آتے وقت

نیک اولاد انسان کے لئے صدقہ جاریہ ہے، نیک اولاد انسان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے، اولاد کی طلب کے سب سے پہلے عمل کے وقت جو دعا ہمارے

رسول ﷺ نے فرمائی ہے وہ اللہ کے نام کی برکت، اور شیطان سے بچاؤ کے مضمون سے ہی مزین کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرے وہ یوں کہے:

بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقنا

(صحیحین)

اللہ کے نام سے، اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھ اور اس چیز سے بھی شیطان کو دور رکھ جو تو ہمیں عطا فرمائے۔

بسم اللہ..... نیند کے وقت

انسان نیند کی حالت میں عارضی طور پر اپنے آس پاس سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس بے خبری کی حالت میں جانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے کچھ ہدایات دی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

جب رات کی تاریکی چھا جائے تو بچوں کو باہر مت نکلنے دیا کرو۔ اس لئے کہ اس وقت شیطان زمین میں پھیل جاتے ہیں اور بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کرو، اس لئے کہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا اور بسم اللہ پڑھ کر برتنوں کو ڈھانپ دو اگر کوئی برتن ڈھانپنے کو نہ ملے تو کوئی اور چیز ہی ان پر رکھ دو اور چراغ بجھا دو۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشرہ)

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں حفظ ماحکمہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ رات کے وقت ہزاروں قسم کے جانور اور جراثیم بلوں سے نکل آتے ہیں وہ ننگے برتنوں میں منہ ڈالیں گے اگر انہیں بغیر دھوئے استعمال کر لیا تو انسان کسی بھی بیماری کا لقمہ بن سکتا ہے۔ اور یہ تو بات بچی ہے کہ جس چیز پر بسم اللہ کہی جائے اس پر شیطان تصرف نہیں کر سکتا۔ آج کل چوری اور اغوا کے خطرات سے بچاؤ

کے لئے ہمیں اس فرمان پر عمل کرنا چاہیے۔

نیند میں انسان موت کے عمل سے گزرتا ہے اس لئے اسے موت کی بہن کہا گیا ہے۔ اس حالت میں جانے کے بعد کون واپس آئے گا اور کون موت کی آغوش میں چلا جائے گا اللہ ہی جانتا ہے۔ نیند سے قبل بِسْمِ اللّٰہ سے شروع کر کے درج ذیل طریقے سے بستر کی طرف جانا چاہیے تاکہ اگر موت آئے تو اللہ ہی کے نام پر، واپسی ہو تو بھی اللہ ہی کے نام سے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے اپنے بستر پر جانے لگے تو اپنے تئیں بند کونہ پکڑے اور بستر جھاڑے اور بِسْمِ اللّٰہ کہے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس کے چھوٹنے پر کون سی چیز آئی۔ پھر داہنی کروٹ پر لیٹے اور کہے:

بِاسْمِکَ رَبِّی وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہُ اِنْ اَمْسَکْتَ

نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لَہَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاَحْفَظْہَا بِمَا تَحْفَظُ بِہِ

عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ (صحیح مسلم)

پاک ہے تو اے رب میرے تیرا نام لے کر میں کروٹ زمین پر

رکھتا ہوں اور تیرے نام سے اٹھاؤں گا اگر تو جان روک لے تو

اسے بخش دے اگر واپس بدن میں بھیج دے تو اس کی حفاظت کر

جیسے تو حفاظت کرتا ہے اپنے نیک بندوں کی۔

حاصل معروضات یہ ہے کہ بیماری صرف طبعی بیماری نہیں بلکہ خطرناک

بیماریاں وہ ہیں جو ہمارے اعمال کا رخ نیکی سے ہٹا کر بدی کی طرف موڑ دیتی ہیں۔

بسم اللہ..... معاشرتی روابط کی جان

انسان کو اس دنیا میں مختلف انسانوں سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے۔ انسانی رابطوں

کی بنیاد اگر اخلاص اور ہمدردی پر ہو تو زندگی قلبی و روحانی مسرتوں سے لبریز ہو جاتی

ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے قدم قدم پر

انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ صبح و خیر خواہی کے ساتھ باہمی تعلقات استوار رہیں، اس مقصد کے لئے بھی احادیث میں ہمیں بسم اللہ سے آراستہ دعائیں نظر آتی ہیں۔

بسم اللہ..... گھر سے باہر نکلتے ہوئے

ہمارا موجودہ معاشرہ بے چینی، بے راہ روی، افراتفری، دہشت گردی، اغوا، اور افواہوں جیسے جرائم کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اخبار کی تمام خبریں اس پر گواہ ہیں۔ گھر سے باہر قدم رکھتے ہوئے ہر مرد و عورت گھبراتا ہے۔ اسے کئی قسم کے جانی و مالی اندیشے لاحق رہتے ہیں۔ جس کی وجہ، سلامی تعلیمات سے دوری ہے، اگر ہم اسلامی اخلاق اور اسلامی آئین کو اپنائیں تو دہشت پسند نہ رجحانات کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی عطا کردہ دعائیں ہمیں خود میں پر امن شہری کی خصوصیات پیدا کرنے پر ابھارتی ہیں اور دوسروں کی طرف سے لاحق خطرات سے ہمارا بچاؤ کرتی ہیں۔ اگر ہم یہ دعائیں سمجھ کر مانگیں، ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تو معاشرہ امن و امان، الفت و محبت اور باہمی اعتماد کا گہوارہ بن سکتا ہے، دیکھیے یہ دعائیں بسم اللہ کے ساتھ منسلک ہیں۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم اللہ تو کلت علی اللہ، اللہم انا اعوذ بک من ان

نضل او نضل او نظلّم او نظلّم علینا او نجھل او

یجھل علینا (سنن ترمذی بحوالہ معارف الحدیث)

”میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے،

اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے قدم ہٹکیں

اور ہم غلط روی پر چلیں (یا ہم گمراہی اور دوسروں کی غلط روی کا

ذریعہ بنیں) یا ہم کسی پر ظلم و زیادتی کریں یا ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کی جائے۔ یا کسی کے ساتھ جہالت سے پیش آئیں یا کوئی ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آئیں۔

گویا گمراہی، جہالت اور ظلم نہ صرف یہ کہ مجھ پر کسی جانب سے ہو اور نہ مجھ سے کسی کے لئے ان کا ارتکاب ہو کیونکہ مسلمان وہ ہے جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جو شخص گھر سے نکلے وقت یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہ تو کلت علی اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ
العلی العظیم۔

اللہ کے نام سے میں نے باہر قدم رکھا، اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور اللہ کے بغیر کوئی چارہ گری اور قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایسے شخص کو فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیتے ہیں:

کفیت۔ تیرا کام سدھار دیا گیا۔

وقیت۔ تجھے محفوظ کر دیا گیا۔

ہدیت۔ تیری راہنمائی کا انتظام کر دیا گیا۔

شیطان اس شخص سے کئی کاٹ جاتا ہے اور جا کر اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے

ایسے آدمی پر تمہارا بس کیوں کر چل سکتا ہے، جس کو راستہ مل چکا ہو، جس کا کام سدھار

دیا گیا ہو، جسے محفوظ کر دیا گیا ہو۔ (مسند ترمذی)

گھر سے باہر نکلنے کی ایک دعا کے الفاظ یوں بھی ہیں:

بسم اللہ امنت باللہ، اعتصمت باللہ، تو کلت علی

اللہ، لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم (مسند احمد)

اللہ کے نام سے میں نے باہر قدم رکھا، اللہ پر یقینی کامل کر لیا،

اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا اور اللہ پر پورا پورا بھروسہ کر لیا،

کوئی چارہ گرمی، کوئی قوت اللہ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں۔

بسم اللہ گھر میں داخل ہوتے وقت

گھر سے باہر کی طرح آج کل گھریلو فضا بھی خاصی مخدوش ہو چکی ہے۔ افراد خانہ میں باہم اعتماد اور محبت کی جگہ بدگمانی اور چیقلش نے لے لی ہے، آئیے دیکھیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لئے کون سے شفا بخش الفاظ عطا کئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھر میں داخل ہوتے وقت اہل خانہ کو سلام کرو اور یہ دعا پڑھو:

اللھم انی اسئلك خیر المولج، وخیر المخرج، بسم
اللہ ولجنابسم اللہ خرجنا وعلی اللہ رہنا توکلنا
(سنن ابی داؤد)

اے اللہ میں تجھ سے خیر سے آنے، خیر سے جانے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم اندر آئے ہیں۔ اللہ کے نام سے باہر نکلے اور اللہ اپنے رب پر ہمارا پورا پورا بھروسہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ

جب کوئی گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لیے نہ کھانا ہے، نہ رات گزارنے کے لیے جگہ اور اگر آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان کہتا ہے تمہارے لئے کھانے اور رات گزارنے کا انتظام ہو گیا۔ (صحیح مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان)

بسم اللہ بازار میں داخلے کے وقت

آج کل بازار سب سے زیادہ برائیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ گالی گلوچ،

قتل و غارت جھوٹی قسمیں، دھوکہ دہی، فساد، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری، رقص و سرور، نظر بازی غرض ہر قسم کی برائیاں بازاروں میں پروان چڑھتی ہیں۔ جس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے اور دنیا کمانے میں پوری طرح ملامت ہو چکے ہیں۔ اگر انسان دعاؤں کے نفس مضمون کو ذہن و قلب میں رکھ کر بازار جائے تو وہ جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری، جھوٹی قسم، اور لابیائی باتوں سے بچ کر رہے گا۔ اگر خریدار ہے تو بھی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس کی خرید میں بھلائی اور برکت ہوگی۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم اللہ انی استلک خیر هذه السوق وخیر ما فیہا
واعوذ بک من شرها وشر ما فیہا، اللہم انی
اعوذ بک من ان اصیب فیہا صفقة خامسة (بیہقی)
اللہ کے نام سے (بازار میں داخل ہوتا ہوں) یا اللہ میں تجھ سے اس
بازار کی اور جو کچھ اس بازار میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا
ہوں اور اس بازار کے شر سے اور جو کچھ بازار میں ہے اس کے شر
سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں
کہ اس بازار میں کوئی گھائے کا سودا پاؤں +

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

بسم اللہ اللہم انی استلک خیر هذه السوق وخیر ما
فیہا۔ اللہم انی اعوذ بک ان اصیب بها یمینا فاجرة
او صفقة خامسة۔

اللہ کے نام سے بازار میں داخل ہوتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ
سے اس بازار کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا

طلب گار ہوں اور اس کے شر سے جو کچھ اس میں ہے، اس سے
تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ تیری پناہ کہ یہاں مجھ سے کوئی
مجھ کو قسم سرزد ہو جائے یا میں خسارے کا سودا کر بیٹھوں۔

بسم اللہ سفر پر جاتے ہوئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کا جانور لایا گیا۔ جب انہوں نے اپنا
پاؤں رکاب میں رکھا تو بسم اللہ کہا۔ پھر جب جانور کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو کہا
الحمد للہ۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، پھر یہ دعا پڑھی:

سبحان المدی سخر لنا هذا وما كنا له مقرين وانا الي
ربنا لنمقلبون۔

پاک اللہ کی ذات جس نے ہمارے لئے اس جانور کو مسخر کیا، حالانکہ
ہم اس کو مسخر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور ہمیں پلٹنا اپنے
رب ہی کی طرف ہے۔

پھر تین دفعہ الحمد للہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ کلمات ادا کئے:

سبحانک الی ظلمت النفسی ظلما کثیرا لا یغفر
الذنوب الا انت

اے اللہ! تو پاک ہے، میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے پس
میرے گناہ بخش دے تیرے سوا گناہ بخشے والا کوئی نہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے۔ کسی نے پوچھا آپ کس وجہ
سے ہنستے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”سواری پر سوار ہونے کے بعد میں نے
رسول ﷺ کو ایسے ہی مسکراتے دیکھا ہے۔ جب میں نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو
فرمایا ”تیرے رب کو اپنے بندے کا یہ کہنا بہت پسند ہے کہ فاغفر لی ذنوبی (الہی
میرے گناہ بخش دے) اللہ فرماتا ہے ”میرے بندے کو معلوم ہے کہ میرے سوا اس

کے گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

کشتی پر سوار ہونے کی دعا

جب کشتی پر سوار ہونے لگیں تو وہ دعا پڑھنی چاہیے جو حضرت نوح علیہ السلام نے پڑھی تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرُهَا وَمُوسِطُهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ہود: ۱۰۱)

اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا

رب غفور ہے رحیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اگر جانور ست رفتار ہو جائے

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک سفر میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میرا اونٹ ست رفتار اور کزور تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اس پر سوار ہو جاؤ۔ میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اس پر سوار ہوا تو اونٹ تیز تیز چلنے لگا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقات والمزارعات)

غور فرمائیے اثنائے سفر چابکدوش آنے والی مشکلوں اور پریشانیوں کا حل اور علاج رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور نے بھی ہمیں دیا ہے؟

بسم اللہ دوسرے کے کام آتے ہوئے

دوسروں کے کام آنا اسلام کا ایک اہم جزو ہے۔ ہمارے رسول ﷺ نے ایمان کی ستر سے کچھ اور پر شاخیں بتائی ہیں جن میں سے آخری شاخ تکلیف دینے والی چیز کو رستے سے ہٹا دینا ہے مثلاً کاشا، پتھر۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ دوسروں کی مدد کرنا، ان کے کام آنا، ہمارا دینی فریضہ ہے اور ایک عالمگیر اخلاقی اچھائی ہے۔ اس اچھائی پر برکت کی اللہ سے مہر ثبت کروانے کے لئے اور آخرت میں بھی اس سے خفیض یا ب ہونے کے لئے بِسْمِ اللّٰهِ کہنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک سفر میں پانی ختم ہو گیا۔ صرف ایک انصاری کے مشکیزے میں چند قطرے پانی تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مشکیزہ میرے پاس لاؤ۔“ پھر آپ ﷺ نے مشکیزے کو ہاتھ میں دیا اور زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا: ”جابر! قافلے والوں سے کہو سب سے بڑا برتن لے آئیں۔“ پھر فرمایا: ”یہ مشکیزہ لے کر بسم اللہ کہہ کر میرے ہاتھ پر پانی ڈال دو۔“ میں نے بسم اللہ کہہ کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر پانی ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ برتن نے جوش مارا، گھوما اور بھر گیا۔ غرض پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ قافلے والوں نے سیر ہو کر پیا اور ذخیرہ بھی کر لیا۔ (مسلم کتاب الزہد، قصہ ابو الیسر کا ایک جز)

اس حدیث میں تو نبی اکرم ﷺ کے ایک معجزے کا ذکر ہے لیکن اتنی بات ضرور معلوم ہوئی کہ بسم اللہ کہہ کر دوسروں کا کام کرنا چاہیے۔ تاکہ تھوڑی سی مدد بھی اس کی بے چینی اور اضطراب کو سکون سے ہم کنار کر دے اور تعاون کرنے والے کے لئے جنت کی راحتیں مہیا کرنے کا سبب بنے۔

بسم اللہ..... تحریر کا حسن

تحریر کی اہمیت ہر دور میں اپنی جگہ مسلم رہی ہے۔ یہ تحریریں ہی ہیں جن کا کھوج لگا کر انسان نے ہزاروں برس قبل کی تاریخ مرتب کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود تحریر کا ذکر اپنے کلام پاک میں فرمایا:

وَالطُّورُ ۝ وَكِتَابٌ مُّطَوِّرٌ ۝ فِیْ ذِیْ مُنْشَوْرٍ ۝

(الطور: ۲۰-۲۱)

قسم ہے طور کی اور ایک ایسی کھلی کتاب کی جو رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے۔

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (العلق: ۳-۴)

پڑھیے اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے

علم سکھایا۔

انسان خود مر جاتا ہے لیکن اس کی تحریریں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ اس لئے تحریر کرنے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ لکھے سچ لکھے۔ حیاء و ایمان، صداقت و شرافت کے حصار سے قلم کو باہر نہ جانے دے۔ اس کا سب سے بہتر حل یہی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے استفادہ کیا جائے۔ اسے نہ صرف اپنی تحریروں کا جھومر بنایا جائے بلکہ متن کی تزئین و ترتیب میں رحمان و رحیم کی تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے۔ سب سے پہلے جس انسان کریم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اپنی تحریر کو صاحب جمال بنایا، وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ آپ علیہ السلام کا ملکہ سہاء کے نام لکھا ہوا محط دنیا کی مختصر ترین لیکن جامع تحریروں میں سب سے نمایاں ہے۔ اکثر عرب قبائل اپنے خطوط کا آغاز اپنے خداؤں کے نام سے کرتے تھے لیکن قریش جو ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات سے توبیگانہ ہو چکے تھے اور رسم و رواج کی حد تک ان کی بعض روایات پر کار بند بھی تھے۔ اپنے خطوط اور دستاویزات پر ہاسمک اللہم لکھتے تھے۔ جب سورہ محمد کی یہ آیت نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ فَتُخْرِجُهَا وَتُزَيِّنُهَا اِنْ دَبْتِنِ لَقَفُّوْهُ زَجِيْمًا

تو آپ ﷺ نے اپنی تحریروں کے آغاز میں اس آیت کو لکھنا شروع کیا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ اِذْعُوْا اللّٰهَ اَوْ اِذْعُوْا الرَّحْمٰنَ

تو آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا شروع کر دیا۔

(بلوغ الارباب جلد ۲ صفحہ ۵۶۴)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ رسول اکرم ﷺ اور قریش کے درمیان ہوا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلم بند کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا ”لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا ہی لکھ دیا۔ قریش کے سفیر سہیل بن عمرو نے کہا ”ہمارے دستور کے موافق ہاسمک اللہم لکھو“۔

صحابہ نے اصرار کیا کہ ہم تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھیں گے۔ لیکن صلح کل، رسول رحمت ﷺ نے خود سب مبارک سے بسم اللہ الرحمن الرحیم مٹا دیا۔ اور باسمک اللہم لکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم، صالح حبیبہ)

غرض آپ ﷺ تحریر کا آغاز اسی کلید برکت سے فرماتے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے آغاز کتابت اس بات کا وعدہ ہے کہ لکھنے والا اللہ کی عطا کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اسی کی نصرت کا طلب گار رہے گا۔ اپنی تحریر کو اسی کے احکام کا آئینہ دار بنائے گا۔ اس کا ابلاغ، اس کا اسلوب، اس کا نفس مضمون، اس کی اصطلاحات و تشبیہات کا مرکز رحمان و رحیم کے عطا کردہ دین کی روش پر مجبور رہے گا۔ رحمت للعالمین ﷺ کے لکھے ہوئے جتنے بھی خطوط اور دستاویزات کا تذکرہ ملتا ہے سب کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم سجایا گیا ہے۔ مثلاً:

جشہ کے بادشاہ کے نام: یہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مہر لگائی اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ اسے لے کر جشہ پہنچے، یہ نامہ مبارک پڑھ کر بادشاہ مسلمان ہو گیا۔

ہرقل شاہ روم کے نام: یہ نامہ مبارک دجیہ کلی رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ خسرو پرویز ایرانی کے نام: عبداللہ بن حذافہ بھی رضی اللہ عنہ اس نامہ مبارک کو لے کر گئے۔ پرویز گستاخی سے پیش آیا۔ نامہ مبارک کھڑے کھڑے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گستاخی ناپسند آئی اور اس کی سلطنت کو کھڑے کھڑے کر دیا۔

مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام: یہ نامہ مبارک حاطب بن ابی جندبہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے، مقوقس نے رسول ﷺ کو تحائف بھیجے لیکن مسلمان نہیں ہوا۔ ہوزہ بن علی شاہ یمامہ کے نام: یہ خط مبارک سلیط بن قیس بن عمرو عامری کو شاہ یمامہ تک پہنچانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بادشاہ کفر کی حالت میں مر گیا۔ بعد ازاں اس کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

حارث بن ابی شمر حاکم دمشق کے نام: شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو

یہ نامہ مبارک لے کر جانے کی سعادت ملی۔ لیکن بادشاہ کفر کی حالت پر ہی رہا۔

منذر بن ساوی کے نام: علاء بن جھنجر کے ہاتھوں یہ نامہ مبارک منذر بن ساوی تک پہنچا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے مسلمان ہونے کے بعد ایک دوسرا خط بھی رسول ﷺ نے اسے لکھا۔

مسلمہ بن کذاب کے نام: یہ خط حبیب بن زید بن عاصم، عبداللہ بن وہب السلمی، اور سائب بن عوام رضی اللہ عنہم لے کر گئے۔ مسلمہ کذاب نے حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قلم کر دیئے۔ دوسرے دونوں صحابی بچ کر واپس آ گئے اور پورا واقعہ سنایا۔ مسلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ شقی عہد سہیقی میں وحشی بن حرب کے ہاتھوں واصل پہنچا ہوا۔

ذیل میں تبرکاً رسول کرامی ﷺ کے ایک نامہ مبارک کا متن پیش کیا جا رہا ہے جس کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی سے ہوتا ہے۔

نامہ مبارک بنام خسرو پرویز کسری فارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس سلام
 علی من اتبع الهدی وامن باللہ ورسوله واشہد ان لا
 الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من
 کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس

(طبقات ابن سعد و بلاغ النبیین)

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے کسری شاہ فارس کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلام اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا

رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ جو لوگ زندہ ہیں ان تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا جائے اسلام لے آ، سلامت رہے گا، پس اگر تو انکار کرے تو تیری۔ دن پر تمام مجوسیوں کا وبال ہے۔

بسم اللہ اور دستاویز است رسول اللہ ﷺ

بیشتر افراد کو رسول اللہ ﷺ نے مختصر تحریریں عطا فرمائیں۔ جن میں بیعت، اطاعت یا تجھ ہیہ بصورتہ زمین وغیرہ کا تذکرہ تھا۔ ان سب کا آغاز بھی آپ ﷺ سے ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے مبارک الفاظ سے کیا۔ نبی اکرم ﷺ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی ہم نشینی کے ساتھ ایسی دستاویزات حاصل کرنے والے چند خوش قسمت صحابہ کے نام جو صفحات احادیث اور مختلف کتب رجال میں ملتا ہے۔

زہیر بن اقیس۔ قبیلہ عکلی کی شاخ کے ایک فرد۔ از بلاغ المسبین

مجاہد بن سراقہ۔ از بلاغ المسبین

ضحاک بن نعمان بن عبد۔ از بلاغ المسبین

ضمیر بن ابی ضمیر۔ از بلاغ المسبین

عبادہ بن الاشیب غزنی۔ از بلاغ المسبین

عامر بن اسود الطائی۔ بحوالہ اسد الغابہ جلد ۲

بنی اسد کے لیے تحریر۔ خالد بن سعید کے قلم سے

عوسجہ بن حرمہ کے نام۔ گواہ علاء بن عقبہ

قبیلہ جہینہ کے بنی شخ کے لئے۔ گواہ علاء بن عقبہ

نعیم بن مسعود بن زحیلہ کے نام، بقلم علی رضی اللہ عنہ

زہیر بن عوام۔ بقلم علی رضی اللہ عنہ بحوالہ طبقات جلد ۲

ربیع و مطرف و انس کو عقیق عطا کرنے پر۔

خط کے شروع میں بسم اللہ لکھئے

خط نویسی کے مجملہ آداب کے ایک ادب ہے کہ خط کے شروع میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھا جائے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا ذکر ہے جو انہوں نے ملکہ سبا کو جس کا نام تاریخ میں ”بلقیس بنت شراحیل“ بتایا گیا ہے، دعوت اسلام کے لئے لکھا تھا، اس خط میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ مذکور ہے، ارباب علم نے اس سے یہ امر اخذ کیا ہے کہ خط کے مضمون پر بسم اللہ کو مقدم کرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ اولاً اپنی تحریرات کے شروع میں ”باسمک اللہم“ لکھوایا کرتے تھے، کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں عرب اپنی تحریریں اسی کلمے سے شروع کیا کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چار فرمانوں یعنی خطوں میں یہ کلمہ لکھوایا ہے، یہ کلمہ سب سے پہلے امیہ بن صلت نے لکھا تھا، غرض اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: **وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمَرْسَهَا،** اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنی تحریروں میں ”بسم اللہ“ لکھوانا شروع کیا، پھر کچھ عرصے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: **قُلِ ادْعُوا اللَّهَ او ادْعُوا الرَّحْمٰنَ،** اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھوانا شروع کر دیا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: **اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنٍ وَّ اِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،** آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھوانا شروع کیا۔ (سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۱۶۰، ۱۶۱، ج ۵، ص ۸۲)

صحیح بخاری میں حدیث ہرقل میں رسول اللہ ﷺ کا روم کے بادشاہ ہرقل کے نام دعوت اسلام اور تبلیغ دین کا والا نامہ منقول ہے، آپ نے وہ نامہ مبارک ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سے شروع کیا۔ علامہ نووی اور دیگر محدثین و شارحین علیہم الرحمہ فرماتے ہیں:

منہا استعجاب تصدیق الکتاب "بسم اللہ الرحمن
الرحیم" و ان کان المبعوث الیہ کافراً (مسلم مع شرحہ
للنووی، ج ۲ ص ۶۸، فتح الباری، ج ۸ ص ۶۷، عمدة القاری،
ج ۱ ص ۹۹)

اس حدیث کے فوائد میں سے خط کو "بسم اللہ الرحمن
الرحیم" سے شروع کرنے کا استعجاب ہے، اگرچہ مکتوب الیہ
کافر ہو۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ حدیث ہر قل پر کلام کرتے
ہوئے فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ خط کی ابتداء میں بسم اللہ لکھنا سنت ہے
اور یہ اس وقت ساقط نہیں ہوتی جب خط کسی کافر یا فاسق کو لکھا جا
رہا ہو، حالانکہ اس میں بہ احتمال تھا کہ خط کی بے حرمتی ہو، چھ
کسریٰ کم بخت کی طرف سے ہوئی، اس کے باوجود آپ نے
"بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھنے کو ترک نہیں فرمایا، معلوم
ہوا کہ جسے بھی خط لکھا جائے، چاہے کافر ہو یا فاسق، سب کے لئے
"بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھنا چاہئے۔

(درس بخاری، ج ۱ ص ۲۷۸، ۲۷۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس خط کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ خط
حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو اس وقت ارسال کیا تھا جب کہ وہ مسلمان
نہیں تھیں حالانکہ اس خط میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا ہوا تھا، اسی طرح
رسول اللہ ﷺ نے جو خطوط ہر قل کی طرح دیگر ملوک و امراء عجم کو لکھے تھے اب سب
میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا تھا۔ (زاد المعاد، ج ۳ ص ۵۷۲، ۵۸۰)

بلکہ علماء کرام کی ایک جماعت کے نقطہ نظر سے ان میں سے بعض خطوط میں

بِسْمِ اللّٰہ کے علاوہ بعض آیات قرآنی بھی لکھی تھیں، حالانکہ وہ مسلمان نہ تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وجد دراصل یہ ہے کہ قرآن کریم کا کسی کافر کے ہاتھ میں دینا تو جائز نہیں، لیکن ایسی کوئی کتاب یا کاغذ جس میں مضمون کے ضمن میں کوئی آیت آگئی ہو، وہ عرف میں قرآن نہیں کہلاتا، اسی لئے اس کا حکم بھی قرآن کا حکم نہیں ہوگا، وہ کسی کافر کے ہاتھ میں بھی دے سکتے ہیں اور۔ بے وضو کے ہاتھ میں بھی۔ بحوالہ عالمگیری،

کتاب الحظرو الاباحۃ (معارف القرآن، ج ۶، ص ۵۷۹)

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ خط میں بِسْمِ اللّٰہ لکھنے کی صورت میں اس کی بے ادبی کا احتمال ہو تو بِسْمِ اللّٰہ نہ لکھی جائے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کسی جگہ یہ احتمال ہو کہ پورا پورا ادب نہیں ہو سکے گا تو پھر (خط میں

بِسْمِ اللّٰہ لکھنے میں) احتیاط کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۱۲، ص ۱۱۶)

بے ادبی کے احتمال کی صورت میں بِسْمِ اللّٰہ نہ لکھنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ اگرچہ مسنون ہے لیکن یہ سنت صرف لکھنے سے ہی ادا نہیں ہوتی، اگر زبان سے پڑھ لے، تب بھی ادا ہو جاتی ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ لکھی جائے، لیکن قرآن و سنت کے نصوص و اشارات سے حضرات فقہاء نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ بِسْمِ اللّٰہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس جگہ اس کاغذ کے بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں، بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا

ہے تو ایسے خطوط اور ایسی چیز میں بِسْمِ اللّٰہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک ہو جائے گا، آج کل جو عموماً ایک دوسرے کو خط لکھے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ کہہ لے، تحریر میں نہ لکھے۔

(معارف القرآن، ج ۶، ص ۵۷۹)

کئی حضرات عام خط و کتاب میں بجائے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے ۷۸۶ کا ہندسہ لکھتے ہیں، جس کے بارے میں بعض آدمیوں کا خیال یہ ہے کہ کسی غیر مسلم نے یہ رسم جاری کی ہے تاکہ مسلمانوں کو بسم اللہ لکھنے کی سنت سے اور اس کے ثواب سے محروم کیا جائے، لیکن بالغ نظر علمائے کرام کی رائے یہ کہ یہ غیر مسلموں کی کسی شرارت کا شاخسانہ نہیں ہے بلکہ یہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کا عدد ہے، چونکہ خطوط عام طور پر پھاڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں جس سے بسم اللہ کی بے ادبی ہوتی ہے، غالباً اس بے ادبی سے بچنے بچانے کے لئے مسلمانوں میں بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ، بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ ہندسہ لکھنے کے جواز بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

۷۸۶ کا عدد آیت کریمہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پر دال ہے اور آیت کریمہ کا واجب الاحترام والتعظیم ہونا اور اس کو موقعہ اہانت و ذلت سے بچانا شرعاً واجب ہوتا ہے اور خط وغیرہ عام تحریرات عموماً ہر جگہ پڑی رہتی ہیں، پس اگر آیت کریمہ لکھی جائے تو اس کے مواقع ذلت و اہانت بلکہ مواقع نجاست تک میں پڑ جانا ظاہر ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اس

آیت کریمہ کو موقع ذلت و اہانت میں پڑنے سے بچانے کی نیت سے بجائے آیت کریمہ ۸۶ لکھ دے تو الامور بمقاصدھا (ضابطہ شرعیہ مسلم) کے مطابق بلاشبہ جائز رہے گا۔ (فتاویٰ

نظامیہ اوندرونیہ، ج ۱ ص ۳۹۵، ۳۹۶ و ج ۱ ص ۴۷۳)

لیکن علمائے محققین کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ ۸۶ بسم اللہ کا بدل نہیں ہے، یہ عدد کسی دوسرے جملے کا بھی ہو سکتا ہے اس لئے بجائے بسم اللہ کے ۸۶ لکھ دینا کافی نہیں ہے، اس نے بسم اللہ کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

بعض لوگ اس خدشے سے کہ خط میں بسم اللہ لکھنے کی صورت میں اس کی بے ادبی اور بے حرمتی ہوگی، بجائے بسم اللہ کے ہامہ سبحانہ یا ہامہ تعالیٰ وغیرہ لکھتے ہیں، اس سلسلے میں مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

بعض لوگ اس اندیشے سے کہ خط کی بے حرمتی نہ ہو، ہامہ سبحانہ لکھتے ہیں، جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ نہیں کیا تو ہمیں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ احترام اور ادب اس حد تک مطلوب نہیں، جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے براہِ راست ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھا باوجود یہ کہ جانتے تھے کہ (یہ خط) کافروں کے ہاتھ میں جا رہا ہے، تو اس سے خود بخود نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم بسم اللہ سے آغاز کریں، دوسرا خدا نخواستہ اس کی بے حرمتی کرتا ہے تو یہ اس کے سر پر ہے۔ یہ تنبیہ اس لئے عرض کی کہ ہمارے ہاں اس کا (بسم اللہ لکھنے کا) رواج ختم ہوتا جا رہا ہے، میرے پاس بکثرت خط آتے ہیں، اپنے دوستوں کے، طالب علموں کے، دوسرے لوگوں کے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سو میں سے کوئی لکھتا ہے، باقی ننانوے ایسے ہیں جو ۸۶ لکھتے ہیں یا لکھتے ہی

نہیں۔ (درس بخاری، ج ۱ ص ۲۴۹)

فقید العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے

جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اخبارات و اشتہارات میں آیات قرآن اور ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھنا جائز ہے (حکومت اسلامیہ کے) سرکاری دفاتر کے مکاتبت میں جائز بلکہ مستحسن ہے، گناہ بچہ متی کرنے والوں پر ہوگا، بسم اللہ کے بجائے دوسرے کلمات (باسمہ سبحانہ و تعالیٰ یا باسمہ تعالیٰ وغیرہ) یا ۸۲۶ قرآن کریم، عمل رسول ﷺ اور امت کے عمل متواتر کے خلاف ہے، صلح حدیبیہ میں حضور اکرم ﷺ نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھنے کا حکم فرمایا، مشرکین نے اعتراض کیا اور کہا: اکتب ما کنت تکتب، باسمک اللہم، اس سے ثابت ہوا کہ اسلام نے بسم اللہ لکھنے کا مخصوص طریقہ متعین فرمایا ہے، اس کے بجائے دوسرے کلمات لکھنے سے بسم اللہ کا ثواب نہیں ملے گا اور سنت ادا نہیں ہوگی، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ، ج ۸ ص ۲۴)

حضرت موصوف رحمہ اللہ کے یہاں اصلاحی مکاتبت کے لئے جو ہدایات دی

جاتی تھیں، ان میں نمبر اول پر حسب ذیل ہدایت تھی:

تحریر کی ابتداء ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پوری لکھیں،

۸۲۶ ہند سے بسم اللہ کی سنت ادا نہیں ہوتی، اسی طرح

باسمہ تعالیٰ وغیرہ کلمات بھی خلاف منقول ہیں۔

(انوار الرشید، ج ۳ ص ۸۳)

حضرت موصوف رحمہ اللہ کا بسم اللہ لکھنے کی سنت کے بارے میں کمال

احتیاط ملاحظہ ہو: ضرورت کے موقع میں استعمال کے لئے پیڑ چھپواتے وقت بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اس کی پیشانی پر ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھوالیں، حضرت اقدس رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ طریقہ دو وجہ سے صحیح نہیں (۱) تحریر کو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سے شروع کرنے کی سنت اس سے ادا ہوگی یا نہیں؟ اس میں شبہ ہے۔ (۲) میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے ہاتھ سے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھنے کی بجائے مطبوع پر اکٹھا کروں۔ مجنوں تو بلا ضرورت بھی صرف تسکین خاطر کے لئے نام لکھنے کی تحریر میں مست و سرشار رہتا تھا اور آج کے مسلمان پر یہ ضرورت بھی نام مولا لکھنا بار ہے۔ (انوار الرشید، ج ۱ ص ۵۸۶، ۵۸۷)

الغرض اس بات کی ضرورت کہ خطوط میں بجائے ۷۸۶ ہندسہ یا باسمہ تعالیٰ وغیرہ کے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھنے کو رواج دیا جائے اور لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ قرآن مجید کی آیت ہے، اس کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا لکھے ہوئے کاغذ کے پاس سے گزر ہوا، جو زمین پر پڑا تھا، آپ ﷺ نے اپنے ہمراہی نو جوان سے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، بسم اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو، اس آدمی پر جس نے یہ کام کیا، اللہ کا نام اس کے موقع میں رکھو۔ (مراسیل ابی داؤد، باب الکتاب یلقى فی الطريق، ص ۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے زمین سے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھا، ہوا کاغذ اس کی تعظیم کے لئے اور اس کو مٹنے سے بچانے کے لئے اٹھایا تو وہ آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین میں سے لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ لکھنے کا رواج دینے میں حضرات علمائے کرام کا اس پر عمل پیرا ہونا اور اپنے خطوط میں اس کے لکھنے کا اہتمام اہم کردار ادا کرے گا۔

بسم اللہ..... شفاء الایمان

ہمارے رسول رہبر جسم و جان ﷺ کے فرمان کے مطابق جس طرح بسم اللہ کے اثرات کسی کام کی تکمیل کے بعد قلبی و روحانی خوشی کی شعلہ عطا کرتے ہیں، اسی طرح ہمارا یقین ہے کہ آپ ﷺ کی عطا کردہ وہ دعائیں جو کسی جسمانی بیماری کے علاج سے تعلق رکھتی ہیں یقیناً وہ موثر بھی ہیں اور کامیاب بھی۔ بات صرف یہ ہے کہ نیت میں یقین و اخلاص و قلب متوکل ہو۔ آئیے دیکھیں کہ ہمارے رسول ﷺ نے کس بیماری کے لیے بسم اللہ کے شفا بخش نسخے سے تیار کردہ دعائیہ الفاظ ادا کئے۔

ہر بیماری کی شفا کے لیے

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ سفر پر تھے، ایک جگہ اترے، ہم نے وہاں کے اہل قبیلہ سے دعوت چاہی۔ انہوں نے انکار کیا۔ ان کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا۔ قبیلہ کے سردار کی لوٹری آئی اور کہا ”کیا تم کو بچھو کے کاٹنے کا منتر یاد ہے؟“ ایک صاحب اٹھے اور کہا ”ہاں“۔ حالانکہ ہم جانتے تھے اسے منتر نہیں آتا۔ پھر اس نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، وہ اچھا ہو گیا۔ اب ان لوگوں نے ہمیں بکریاں دیں اور دودھ پلایا۔ ہم نے اپنے ساتھی سے کہا ”تم نے کیا منتر کیا تھا؟“ وہ بولا ”سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا“۔ میں نے کہا ان بکریوں کو ہاتھ مت لگاؤ جب تک ہم رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لیں۔ پھر ہم آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے کیسے معلوم ہوا سورۃ فاتحہ دم بھی ہے؟“ ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو اور مجھے بھی حصہ دو۔“ (کتاب الرقی، صحیح مسلم)

ہر چیز کے نقصان سے بچاؤ کے لیے

ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کا بندہ صبح شام تین بار یہ دعا پڑھ لے اسے کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی:

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شی فی الارض ولا فی السماء وهو السميع العليم (سنن ترمذی۔ ابن ماجہ)
اللہ کے نام سے آغاز کیا ہے جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

نظر بد اور ہر بیماری سے بچاؤ کے لیے

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ”کیا آپ ﷺ بیمار ہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“۔ جبرائیل علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ ﷺ پر پڑھ کر پھوٹے:

بسم اللہ ارفیک من کل شی یؤذیک من شر کل نفس او عین حاسد۔ اللہ یشفیک بسم اللہ ارفیک (صحیح مسلم)
اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں ہر تکلیف دہ چیز سے، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے، اللہ تجھ کو شفا عطا کرے اللہ کے نام سے تجھ کو دم کرتا ہوں۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت یوں بیان فرمائی:

بسم اللہ یریک ومن کل داء یشفیک ومن شر حاسد اذا حسد وشر کل ذی عین (صحیح مسلم، کتاب الطب والمرض والرقی)

اللہ کے نام سے میں مدد چاہتا ہوں وہ تم کو اچھا کرے گا اور ہر بیماری سے شفا دے گا اور ہر ایک حسد کرنے والے کی برائی سے

جب وہ حسد کرے تم کو بچائے گا اور ہر ایک بری نظر ڈالنے والے کی نظر سے۔

سنن نسائی میں یہ الفاظ یوں بھی ہیں:

بسم اللہ ارقیک من کل داء یشفیک من شر النفس فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد.

ورد سے شفا کے لیے

مرض اور تکلیف والے کو چاہیے کہ درد کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ

الرحمن الرحیم پڑھے پھر سات بار یہ دعا پڑھے۔

اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر.

”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پاس اس چیز کی برائی سے

جس کو پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔“

اس کے بعد معوذتین پڑھ کر دم کر لے، انشاء اللہ شفا ہوگی۔ (متفق علیہ)

سنن ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت یوں بھی ہے درد کی

جگہ ہاتھ رکھ کر طاق مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

بسم الله اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد من وجعی

اللہ کے نام سے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اس چیز کی برائی

سے جس کو میں پاتا ہوں اور اس درد سے۔

پھوڑے پھنسی کے لیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی کو تکلیف ہوتی یا پھوڑا پھنسی

ہوتا تو اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ ﷺ اپنی انگلی

مبارک کو اپنا لعاب دہن لگاتے پھر اسے زمین پر رکھتے تاکہ اس پر مٹی لگ جائے پھر

انگلی کو تکلیف کی جگہ پر پھیرتے اور ساتھ ساتھ یہ پڑھتے:

بسم اللہ توبۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفى به سقیمنا
باذن ربنا (صحیحین)

اللہ کے نام سے ہماری زمین کی خاک کی برکت سے، ہمارے احباب
وہن کے طفیل، ہمارا مرض، ہمارے رب کے حکم سے شفا پائے۔

متعدی بیماریوں سے بچاؤ کے لیے
نبی اکرم ﷺ نے ایک کوڑھی کے ساتھ کھانا کھایا تو یہ دعا پڑھی:
بسم اللہ نقۃ باللہ وتوکل علیہ (مسند ابی داؤد)
اللہ کا نام لے کر کھاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

بخار کے لیے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صحابہ کو بخار کے وقت یہ
دعا پڑھنے کی تلقین فرماتے:

بسم اللہ الکبیر نعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق
نعار ومن شر حر النار (مسند ابی حاتم ابن ابی شیبہ)

آنکھ میں درو یا تکلیف ہو

بسم اللہ اللہم اذهب حرھا وبردھا ووصبھا

(سنن ابن ماجہ، نسائی)

اللہ کے نام سے، اے اللہ دور کر دے اس کی شہدک اور گرمی
اور تکلیف۔

گرتے وقت

ایک صحابی کہتے ہیں "میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ جانور کا پاؤں

پھسل گیا۔ میں نے کہا ”شیطان کا ستیاناس ہو“۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ”ایسا نہ کہو تمہارے ایسا کہنے سے شیطان خوشی سے پھول جاتا ہے حتیٰ کہ کوٹھے کی مانند ہو جاتا ہے بلکہ بِسْمِ اللّٰہ کہا کرو۔ یہ سن کر اسے بڑی ذلت ہوتی ہے اور وہ سکڑ کر مکھی کی طرح ہو جاتا ہے۔“

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیطان کی خوشی کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی عمل کو شیطان سے منسوب کرتا ہے تو شیطان یہ سمجھتا ہے کہ اسے میرے بارے میں یہ اعتقاد حاصل ہے کہ میں اس کے افعال پر اثر انداز ہوتا ہوں لیکن جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے اور یہ معلوم کر کے اس پر بجلی گرتی ہے کہ انسان کا اللہ پر پختہ اعتماد ہے، اور وہ مصیبت اور آفت ٹوٹنے پر بھی اسے فراموش نہیں کرتا۔ (از فتح الربانی)

بچوں کے گرنے پر اکثر لوگ بے ساختہ بِسْمِ اللّٰہ کہتے ہیں۔ یقیناً یہ اسی فرمان نبوت پر متواتر عمل کا اظہار ہے اور یہ تو آرمودہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کہنے سے بچہ چوٹ سے بچ جاتا ہے اگر چوٹ لگے بھی تو تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے۔

زخم پہنچنے پر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ غزوہ احد پر تمام صحابہ منتشر ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ”کون مشرکین سے نمٹے گا؟“ سات انصاری آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے گرد گھیر ڈال لیا اور ایک ایک کر کے مشرکین کے نیزوں اور برچیوں سے شہید ہو گئے۔ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ رہ گئے اور گیارہ آدمیوں کے برابر مشرکین کا مقابلہ کیا۔ ان کے ہاتھ پر تلوار لگی اور انگلیاں کٹ گئیں۔ ان کے منہ سے ہلکی سی ”سی“ نکلی۔“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اگر تم بِسْمِ اللّٰہ کہتے تو فرشتے تمہیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے

رہتے۔ (از حقیق المختوم بحوالہ نسائی)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا رضائے الہی کا موجب ہے۔ 'سُی' کرنا تکلیف کے احساس کا اظہار ہے۔ اگر اس اظہار کے لیے بسم اللہ کہا جائے تو پھر سچ فرمایا ہمارے رسول ﷺ نے فرشتے اٹھالیں اور لوگ دیکھتے رہیں۔

بسم اللہ میت کو قبر میں اتار تے وقت

انسان اس دنیا میں ایک خاص وقت تک کے لیے آیا ہے۔ جس کا علم صرف رب واحد ہی کو ہے۔ دین اسلام نے انسانی جان کی حرمت کے پیش نظر اس کے سفر آخرت کو بھی منفرد انداز عطا فرمایا ہے جس میں مرنے والے کی جسمانی عزت و تکریم، اس کے اخلاق کے بارے ہد گوئی سے پرہیز کے علاوہ مغفرت و درعا کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کا سب سے بڑا طریقہ صلوٰۃ الجنائزہ ہے۔ عرف یہی نہیں میت کو بڑے سکون و احترام کے ساتھ سپرد خاک کیا جاتا ہے۔ اور اپنے دل پر موت اور قصور آخرت کو طاری کیا جاتا ہے تاکہ رب اکبر کے سامنے انسان جواب دہی سے غافل نہ ہو۔ اس مرحلہ آخر پر بھی بسم اللہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میت کی چار پائی اٹھاتے وقت بسم اللہ کہنا چاہیے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو قبر میں اتارنے لگتے تو کہتے۔

بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ (مسند احمد سنن ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی ملت پر۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

بسم اللہ و علی سنۃ رسول اللہ.

اللہ کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر۔

اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں سے یاد کرنا

علامہ سید اسماعیل حق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں۔

ایک ہزار نام فرشتوں کو بتائے اور ایک ہزار نام انبیاء علیہم السلام کو بتائے ہیں۔ تین سو نام تو رات میں نازل کئے ہیں اور تین سو نام زبور میں نازل فرمائے ہیں اور ایک نام اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ وہ کسی کو نہیں بتایا ہے۔ پھر ان تمام ناموں کے معنی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تین لفظوں اللہ، الرحمن، الرحیم میں سمودیا ہے۔ تو جس شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں کے ساتھ یاد کر لیا۔ (تفسیر روح البیان)

عذاب سے چھٹکارے کا ذریعہ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں اور دوزخ کے فرشتے بھی ۱۹ ہیں۔ جو شخص بسم اللہ پڑھے گا تو قیامت کے دن جہنم کے ۱۹ فرشتوں سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر قرطبی، درمنثور ص ۱۹، ج ۱)

بسم اللہ کی وجہ سے آخرت کے درجات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دعا کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ قیامت کے دن میری امت کی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی وجہ سے نیکیاں بھاری وزن والی ہو جائیں گی۔ دوسری قومیں کہیں گی کہ امت محمدیہ کی نیکیاں کیوں بھاری ہیں، ان کے انبیاء فرمائیں گے کہ امت محمدیہ کے کلام کے شروع میں اللہ کے ایسے عزت والے نام ہیں کہ اگر ایک پڑے میں ان کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پڑے میں ساری مخلوق کے گناہ رکھ دیئے جائیں تو بھی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ہر بیماری کے لئے شفا، ہر مفلسی کے لئے دولت اور دوزخ سے پردہ اور زمین میں دھنسے، صورتیں بگڑنے اور سنگ باری کے عذاب سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنایا ہے جب تک لوگ اس کی تلاوت پر کاربند رہیں گے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۵۷)

ایک حدیث قدسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قسم کھا کر یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت میکائیل علیہ السلام قسم کھا کر بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اسرافیل! میں اپنی عزت اور بخشش و جلال و کرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم (کی میم) کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ تلا کر ایک مرتبہ بھی پڑھے تو تم گواہ رہو کہ میں اس کی زبان کو نہیں جلاؤں گا اور اس کو جہنم اور قبر کے عذاب سے پناہ دوں گا اور قیامت کے عذاب سے بچا لوں گا۔ (روح البیان)

یہی بات شیخ اکبر نے اپنی کتاب فتوحات میں لکھی ہے کہ جب تم سورۃ فاتحہ پڑھو تب ایک ہی سانس میں بسم اللہ کے ساتھ سورۃ فاتحہ تلا کر پڑھو۔

(فضائل بسم اللہ، ص ۱۵)

بسم اللہ قرب خداوندی کا ذریعہ

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بسم اللہ کی فہم سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'یہ اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے بڑے ناموں میں سے ہے، اور اس میں اس قدر نیکی اور قرب ہے جیسے آنکھ کی سیاہی و سفیدی میں۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۶ ج ۱)

لہذا جو شخص ہر کام کے شروع میں کثرت سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا تو اسے بھی اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔

جنت کی چاروں نہروں سے سیرابی

حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں

آسمانوں سے بھی اور تشریف لے گئے تو تمام جنتوں کا معائنہ اور سیر فرمائی۔ تو جنت میں چار نہریں دیکھیں (جس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے) پانی، دودھ، شراب طہور اور شہد کی نہریں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ نہریں کہاں سے نکلتی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ حوض کوثر کی طرف جاتی ہیں اور کہاں سے نکلتی ہیں یہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے تاکہ اللہ آپ (ﷺ) کو تلاء دے یا دکھلا دے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا فرمائی۔ تو ایک فرشتہ آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور پھر کہا اے محمد (ﷺ) اپنی آنکھیں بند کیجیے۔ پس میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، پھر کہا کھولئے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک درخت کے پاس تھا اور دیکھا کہ سفید موتیوں کا ایک قہر ہے اور اس پر سونے کا دروازہ ہے، اس پر تالا لگا ہوا ہے۔ قہر اتنا بڑا ہے کہ تمام انسان و جنات اگر اس قہر پر رکھ دیئے جائیں تو ایسا معلوم ہو کہ ایک خوبصورت پرندہ ایک پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا یہ چاروں نہریں اسی قہر سے نکل رہی ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے واپس لوٹوں تو اس فرشتے نے کہا کیا آپ (ﷺ) اس قہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا میں کیسے داخل ہوں اس کے دروازے پر قفل لگا ہوا ہے۔ میرے پاس اس کی کئی نہیں ہے تو فرشتہ نے فرمایا اس کی کئی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ جب میں نے اس کے قریب جا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی تو تالا کھل گیا۔ میں اس قہر میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں نہریں اس قہر سے اس طرح نکلتی ہوئی ہیں کہ:

بسم کی ”میم“ سے پانی کی نہر

اللہ کی ”ھ“ سے دودھ کی نہر

الرحمن کی ”میم“ سے شراب طہور کی نہر

الرحیم کی ”میم“ سے شہد کی نہر

معلوم ہوا کہ یہ چاروں نہریں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نکلتی ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) آپ کی امت اگر خلوص دل سے بغیر ریاکاری کے میرے اس نام سے مجھے یاد کرے گی تو ضرور ان نہروں سے انہیں سیراب کر دوں گا۔ (روح البیان ص ۹)

برکات تسبیہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر وضو کرتے وقت تسبیہ نہ پڑھی جائے تو وہی اعضاء پاک ہوتے ہیں جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لی جائے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ اس میں اس کے گناہ ہوں گے وہ اپنی دنیاوی عادت کے مطابق بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنے ہاتھ میں لے گا تو وہ بالکل سفید ہو جائے گا اس میں کوئی گناہ باقی نہ رہے گا وہ بندہ کہے گا اس نامہ اعمال میں تو کچھ بھی نہیں میں کیا پڑھوں اس سے کہا جائے گا تسبیہ کی برکت سے تمام گناہ مٹا دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر ۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب مؤمن بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ٹیل صراط پر قدم رکھے گا تو جہنم کی آگ اس کے قدموں کے نیچے سے پکار کر کہے گی۔ اے مؤمن گزر جا حیرے فوراً میرے شعلے کو بجھا دیا ہے۔

حدیث نمبر ۴: ارشاد نبوی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، چار ہزار گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور چار ہزار درجات جنت میں بلند ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے دن اس امت کے اعمال نائے تولیں جائیں گے تو اس امت کی ایک رکعت کا وزن

بنی اسرائیل کی ایک ہزار رکعت کے برابر ہوگا بنی اسرائیل اس کی وجہ پوچھیں گے ان سے کہا جائے گا یہ ان کی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی برکت ہے۔

حدیث نمبر ۶: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی خدا نے اس کے تمام پہلے گناہوں کو معاف کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے فرشتوں کو جبریل سے جنت کو حور و قصور سے انبیاء علیہم السلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قرآن کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے زینت دی۔

حدیث نمبر ۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جبریل علیہ السلام تسبیح لے کر آئے تو عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) میں آپ کی امت کے بارے میں خائف تھا لیکن جب خدا نے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل کی تو دل کو تسلی ہوئی کہ خدا تعالیٰ ان کلمات کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دے گا۔

حدیث نمبر ۸: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تو اس کی طرف ہیبت سے دیکھا وہ پھٹ گئی۔ خدا نے فرمایا: قیامت تک کے حالات لکھ عرض کی ابتدا کیسے کروں فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم سے قلم نے سات سو سال میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی خدا تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عز و جلال کی قسم! امت معصق (ﷺ) کا جو آدمی اور عورت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا اس کو سات سو سال کی عبادت کا ثواب دوں گا۔

سات انبیاء کو سات کلمات

خدا تعالیٰ نے سات پیغمبروں کو سات کلمات عطا فرمائے اور ان کلمات کی سعادت برکت ان پیغمبروں کو بھی ملی اور اس امت کو بھی عطا ہوئی۔

نمبر ۱: حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا: الحمد للہ خدا نے فرمایا نبی رحمت ربک حضور ﷺ کا جو امتی الحمد للہ کہے گا وہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا۔ حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا۔ ان کے لئے جہنم انصب کیا جائے گا اور وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا حمد کرنے والے کون ہوں گے۔ فرمایا ہر حال میں خدا کا شکر کرنے والے۔

ایک حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس مریض پر فخر کرتا ہے جو مرض میں الحمد للہ کہتا ہے۔ خدا فرماتا ہے دیکھو میرا بندہ مصیبت میں بھی میری حمد بیان کرتا ہے۔ اے فرشتو! اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دو۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ کی کتاب میں یہ بات لکھی دیکھی کہ جب بندہ ہر لقمہ پر بسم اللہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو لقمہ حلق سے اترنے سے پہلے خدا اسارے گناہ معاف فرما دیتا ہے یہی حال پانی پینے کا ہے۔

نمبر ۲: حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہا۔ خدا نے ان کو طوفان سے نجات دی۔ اگر بندہ مؤمن تسمیہ کا ورد رکھے گا تو خدا اس کو آخرت کے مصائب سے نجات دے گا۔

نمبر ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نار نمود میں ڈالا جانے لگا تو جبریل علیہ السلام نے اہل ادا کی پیکش کی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا حسبی اللہ خدا نے آپ کو آگ سے نجات دی جو بندہ مؤمن اس کلمہ کو ورد بنالے گا۔ خدا اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔

نمبر ۴: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

ذبح کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا قَالَ يَأْتِيكَ الْمَلَكُ مَا تَوَمَّرُ مَسْجِدِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ الصَّبْرِ لَنْ اِسْتَاءَ اللَّهُ كِي بَرَكْتِ سِ آَپ ذَبْح كِي تَكْلِيْف سِ نَجَاتِ پَا گئے جَوِيہ كَلَم كہے گا وہ دُوزخ كِي آگ مِں جَلنے سِ مَحْظُور ہے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام كِي ۹۹ بیویاں اِسْتَاءَ اللہ نہ كہا تو كسی كے ہاں اولاد نہ ہوئی۔

نمبر ۵: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے كہا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اس كے نتیجے مِں فرعون كے شر سِ مَحْظُور ہے۔ جو بندہ ان كلمات كو كہے گا وہ نفس و شیطان كے شر سِ مَحْظُور ہے گا۔

نمبر ۶: حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ شكّم ماعی سِ نجات ہوئی جو كسی مصیبت مِں ہونجات پائے اور قبر روشن ہو جائے۔ رحمت و مغفرت كا مژدہ پائے۔

نمبر ۷: حضور ﷺ نے شبِ معراج مِں كہا: الصّحیّاتُ لِلّٰهِ وَالصّلوٰتُ وَالطّیّباتُ خُدا نے فرمایا: السّلامُ عَلَیْكَ اَیْہَا النّبی وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ جو یہ كلمات كہے بوقتِ موت ایمان سلامت لے جائے۔ جو بندہ مؤمن ان سات كلمات كو ورد بنا لے۔ مذكّرہ سات پیغمبروں كی شفاعت سِ سرفراز ہو اس كے جسم كے سات اعضاء گوشت پوست ہڈیاں خون مغز پٹھے جھنم كے سات درجات سِ نجات پائیں گے۔

برکات بسم اللہ

حضرت نوح علیہ السلام كی كشتی پانی كے سیلاب سِ مَحْظُور عی تو بسم اللہ كی برکت سِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام كے لئے نار كو گھزار ہایا تو بسم اللہ كی برکت سِ۔
حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد كو بخشش كی نوید سنائی تو بسم اللہ كی

برکت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے دریا میں بارہ راستے بنائے گئے تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت ہے۔

فرعون کو ایک عرصے تک ہلاکت سے بچایا گیا تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ملکہ سہاء کو مطیع بنایا گیا تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نجات کی بشارت سنائی تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو شفاء عطا فرمائی گئی تو بِسْمِ اللّٰہ کی برکت ہے۔

چوتھا باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سے متعلق چند عجیب حکایات

بسم اللہ کے بارے میں چند عجیب حکایات

جانتا چاہیے کہ بسم اللہ قرآن شریف کی پہلی آیت ہے اور جو خطوط حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھیجا کرتے ان میں پہلے یہی لکھی جایا کرتی تھی۔ اور ابو عبد القاسم بن سلامۃ العقی کی کتاب فضائل القرآن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو خط کسی کو ارسال فرماتے اس میں سب سے پہلے لکھتے یا سمک اللهم اور یہی دستور جاری رہا۔ جب تک خدا نے چاہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی بسم اللہ منجھ رہا تب آپ اپنے مکتوبات میں بسم اللہ لکھنے لگے اور یہی دستور جاری رہا جب تک کہ خدا نے چاہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ اذْعُوْا اللّٰهٗ اَوْ اذْعُوْا الرَّحْمٰنُ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

تب آپ اپنے مکتوبات میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے لگے اور یہی دستور جاری رہا جب تک کہ خدا نے چاہا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّهٗ مِنْ سُلٰمٰتٍ وَّ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (النمل: ۳۰)

بسم اللہ نکلنے کی برکت

حضرت منصور بن عمار کوراستہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا جس میں بسم اللہ شریف لکھی تھی مل گیا۔ انہوں نے اس کو اٹھا لیا اور چونکہ ان کو کوئی جگہ رکھنے کی نہ ملی اس لئے اس کو نگل لیا۔ پھر رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے منصور تو نے جو اس کاغذ کی عزت کی اس لئے تجھ پر اللہ تعالیٰ نے حکمت کا دروازہ کھول دیا تب سے وہ جو بات کیا کرتے حکمت سے کرتے۔

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا مِنْ كِتَابٍ يَلْقَى بِمَضِيعَةٍ
مِّنَ الْأَرْضِ فِيهِ اسْمٌ مِّنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا بَعَثَ اللَّهُ لَهُ
مَلَائِكَةً يَحْفَظُوْنَهُ بِأَجْنَحِهِمْ حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ وَلِيًّا

من اولیائہ فیعرفہ من الارض ومن رفع کتابہا من الارض
 فیہ اسم من اسماء اللہ وفعہ اللہ تعالیٰ فی علیین
 اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس کاغذ میں خدا تعالیٰ کا
 کوئی نام لکھا ہوا ہو اور وہ زمین پر کہیں گرا ہوا ہو، جب تک خدا
 تعالیٰ اس کو وہاں سے اٹھانے کے لئے کوئی اپنا دوست نہ بھیجے
 فرشتے اپنے بازوؤں سے اس کو گھیرے رکھتے ہیں اور جو شخص
 ایسے کاغذ کو زمین سے اٹھا لیتا ہے خدا تعالیٰ اس کا مرتبہ علیین میں
 بلند کر دیتا ہے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

بشر حافی رحمہ اللہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں بسم اللہ
 الرحمن الرحیم لکھا ہوا ایک کاغذ زمین پر گرا ہوا ملا۔ انہوں نے اسے بڑی عزت
 اور ادب سے اٹھا لیا۔ اس وقت ان کے پاس صرف دو درہم تھے اور کچھ نہ تھا۔ انہوں
 نے ان دو درہم کا عطر خریدا اور اس کاغذ پر پورا عطر مل کر اسے خوشبودار بنا دیا اور
 حفاظت سے رکھ دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 کہ اے بشر حافی! تو نے جس طرح میرے نام کی عزت کی ہے میں اسی طرح دنیا اور
 آخرت میں خیرے نام کو روشن کروں گا۔

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کا واقعہ

ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے ان کی باندی دشمنی رکھتی تھی اور کھانے پینے کی
 چیزوں میں زہر ملا کر دیتی اور ابو مسلم اسے کھاتے مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔
 کافی وقت اسی طرح گذر گیا پھر اس باندی نے خود ہی ایک مرتبہ ابو مسلم رحمہ اللہ سے
 کہا کہ میں تو آپ کو کافی دنوں سے کھانے میں زہر ملا کر کھلاتی ہوں، کیا بات ہے کہ
 آپ پر اس کا اثر نہ ہوا؟ ابو مسلم نے پوچھا کہ آخر تو زہر کیوں کھلاتی ہے؟ اس نے کہا

کہ آپ بوڑھے و ضعیف ہو گئے ہو، میں چاہتی ہوں کہ آپ سے جلدی الگ ہو جاؤں۔ ابو مسلم نے فرمایا کہ زہر کا اثر اس لئے نہیں ہوتا تھا کہ الحمد للہ جب بھی میں کوئی چیز کھا تا یا پانی پیتا ہوں تو بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں اور پھر اس باندی کو آزاد کر دیا تاکہ جہاں چاہے نکاح کر لے اور اس سے کوئی انتقام بھی نہ لیا۔ (قلیوب، ص ۵۲)

ایک قاضی کی مغفرت کا واقعہ

ایک قاضی کا انتقال ہو گیا، اس کی بیوی حاملہ تھی، اس کا لڑکا پیدا ہوا۔ جب بچہ ہو شیار ہوا تو اس کی ماں اسے مدرسہ میں پڑھنے کے لئے لے گئی۔ استاذ نے اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی۔ بچہ کے بسم اللہ پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ سے عذاب اٹھالیا اور فرمایا کہ اے جبریل! ہماری رحمت کے لائق نہیں کہ اس کا بچہ ہمیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر یاد کرے اور ہم اس کے باپ کو عذاب میں رکھیں۔ سچ ہے کہ بسم اللہ میں بہت ہی برکت ہے۔

(حکایات قلیوب، ص ۳۸)

ایک یہودی کی لڑکی کا عجیب واقعہ

لغات صوفیہ میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کسی جگہ وعظ کہہ رہے تھے، اس وعظ میں انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی فضیلت بھی بیان کی۔ یہودیوں کے مکانات بھی نزدیک تھے۔ اس وعظ کو ایک یہودی لڑکی سن رہی تھی، اس پر اس بیان کا اثر ہوا کہ وہ دل و جان سے مسلمان ہو گئی اور ہر کام بسم اللہ پڑھ کر کرتی تھی۔ لڑکی کے باپ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس پر بہت سخت ناراض ہوئے اور اسے دھمکی دی تاکہ اسلام کو چھوڑ دے مگر وہ لڑکی اپنے اسلام پر جمی رہی۔ لڑکی کا باپ بادشاہ کا وزیر تھا اسے خیال ہوا کہ اگر لڑکی کے مسلمان ہونے کی خبر لوگوں کو ہوگی تو بڑی شرمندگی ہوگی اس لئے باپ نے طے کر لیا کہ لڑکی کو سخت بدنام کر کے کسی بہانہ سے اسے ہلاک کر دوں گا۔ باپ نے اپنی بیٹی کو مہر لگانے کی شاہی انگوشی دے کر کہا کہ اسے حفاظت

سے رکھنا۔ لڑکی نے اپنی عادت کے مطابق بسم اللہ پڑھ کر انگٹھی لی اور اپنی جیب میں رکھ لی۔ رات کو جب لڑکی سو گئی تو اس کے باپ نے جیب میں سے وہ انگٹھی نکال لی اور غصہ میں آ کر اسے ہدیٰ میں پھینک آیا تا کہ صبح جب اس سے انگٹھی مانگے اور وہ نہ دے سکے تو اسے موت کی سزا دی جاسکے۔

اللہ کی شان صبح کو ایک پھیرا (مچھلیوں کا شکار کر کے بیچنے والا) ایک مچھلی لے کر دزیر کے پاس حاضر ہوا اور اسے کہا کہ آپ کے واسطے یہ مچھلی ہدیہ میں لایا ہوں۔ دزیر خوش ہو کر مچھلی گھر لایا اور لڑکی سے کہا کہ مچھلی کو جلد ہی پکا کر تیار کر۔ لڑکی نے مچھلی لی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹنے اور صاف کر لے بیٹھی، جیسے ہی مچھلی کو کاٹا اس کے پیٹ میں سے وہ انگٹھی نکل آئی۔ لڑکی انگٹھی دیکھ کر حیران و پریشان ہوئی اور اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگٹھی غائب تھی۔ وہ حیران سوچنے لگی کہ یہ انگٹھی میرے جیب میں سے نکل کر مچھلی کے پیٹ میں کیسے آ گئی۔ پھر فوراً بسم اللہ پڑھ کر انگٹھی جیب میں رکھ لی اور مچھلی پکانے میں مشغول ہو گئی اور جلد ہی تیار کر کے اسے باپ کے سامنے رکھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر باپ نے انگٹھی مانگی تو بیٹی نے بسم اللہ پڑھ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ انگٹھی نکال کر پیش کر دی۔ باپ اس انگٹھی کو دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اسے تو میں ہدیٰ میں پھینک آیا تھا، اس کے ہاتھ کہاں سے آ گئی۔ بیٹی سے پوچھا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آئی۔ بیٹی نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

لڑکی نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بسم اللہ کی برکت سے عزت دی، تم نے ہدیٰ میں پھینک دی مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ انگٹھی مچھلی نے نگل لی اور پھر وہی مچھلی شکار ہو کر تمہارے پاس ہدیہ میں آئی اور تم نے اسے پکانے کے لئے میرے حوالہ کیا اور بالآخر میرے ہاتھ میں وہ انگٹھی واپس آ گئی۔ باپ یہ سارا قصہ سن کر فوراً ہی مسلمان ہو گیا۔

روم کے بادشاہ کا واقعہ

روم کے بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ میرے سر میں ہمیشہ درد رہتا ہے، اچھا نہیں ہوتا، کوئی دوا بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے ایک ٹوپی بھیجی کہ اسے پہن لیں۔ چنانچہ بادشاہ جب وہ ٹوپی پہنتا، سر کا درد اچھا ہو جاتا اور جب نکالتا تو پھر درد شروع ہو جاتا۔ اسے اس پر بہت تعجب ہوا، جب ٹوپی میں غور سے دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا۔

(تفسیر موضح القرآن، ص ۲)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کافروں کے ایک قافلے کا گھیراؤ کیا۔ قافلہ والوں نے کہا کہ تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے تو ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں کہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو تم زہر لے آؤ۔ وہ لوگ ایک پیالہ میں زہر لائے، حضرت خالد بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے پی گئے اور کوئی اثر نہ ہوا تو قافلہ والے مسلمان ہو گئے اور کہا کہ اسلام واقعی سچا مذہب ہے۔

فقیر محمد زبانی کا واقعہ

فقیر محمد زبانی کو بخار ہوا۔ ان کے استاد فقیر ولی محمد بن سعید عیادت کو آئے اور ایک تعویذ بخار کا دے کر چلے گئے اور اسے فرما گئے اس کو دیکھنا مت۔ فرض اس کو باندھا۔ اسی وقت بخار جاتا رہا۔ انہوں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ لکھی تھی۔ ان کے اعتقاد میں سستی پیدا ہوئی فوراً بخار لوٹ آیا۔ انہوں نے جا کر استاد سے عرض کیا اور اپنے فضل سے توبہ کی۔ انہوں نے دوسرا تعویذ دے دیا، اسے باندھا بخار فوراً جاتا رہا۔ انہوں نے ایک سال کے بعد اسے کھول کر دیکھا تو

بسم اللہ ہی لکھی ہوئی تھی جس پر انہیں بسم اللہ کے باب میں انتہائی عقیدت اور عظمت پیدا ہو گئی۔

ایک حکایت

ایک دیہاتی دریا پار کر کے شہر میں جمعہ پڑھنے آتا تھا ایک دفعہ خطیب صاحب نے فرمایا اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھ کر دریا میں قدم رکھے تو وہ نہیں ڈوبتا دیہاتی بہت خوش ہوا کہ خطیب صاحب نے مسئلہ ہی حل کر دیا ہے دریا عبور کرتے وقت کشتی پر سواری کے پیسے دینا پڑتے تھے اب وہ بچ گیا کریں گے واپسی پر جب دریا کے کنارے پر پہنچا تو کسی جھک اور تذبذب کے بغیر بسم اللہ پڑھ کر دریا میں قدم رکھ دیا اور چلتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا اس کے دل میں حضرت خطیب صاحب کے لئے بہت عقیدت پیدا ہو گئی سوچا انہیں اپنے گھر بلانا چاہیے تاکہ ایسے بابرکت انسان کی آمد سے گھر میں برکت اور رونق ہو ایک روز موقعہ پا کر اس نے دل کا مژدہ عابیان کر دیا جسے خطیب صاحب نے بڑی فراخ دلی سے قبول کر لیا جب وعدے والے دن دونوں حضرات دریا کے کنارے پہنچے تو خطیب صاحب وہاں کشتی موجود نہ پا کر گویا ہوئے بھی دریا کیسے پار کریں گے؟ یہاں تو کوئی کشتی نہیں ہے دیہاتی نے عقیدت سے جواب دیا حضور کشتی کی کیا ضرورت ہے آپ ہی نے تو بتایا ہوا ہے بسم اللہ شریف پڑھ لینے سے انسان نہیں ڈوبتا اور دریا پر چلنے لگ جاتا ہے میں تو ہر جمعہ المبارک کو اسی طرح آتا ہوں۔

خطیب صاحب نے حیرت سے دیہاتی کی طرف دیکھا وہ بالکل سنجیدہ اور پر یقین تھا ان کے دل میں بھی یہ نسخہ آزمانے کا اشتیاق پیدا ہوا ایک رسہ اپنی کمر کے ساتھ باندھ کر بولے تم اس رسہ کا دوسرا اتمام لو اگر میں ڈوبنے لگوں تو فوراً کھینچ لینا دیہاتی رسہ پکڑ کر کھڑا ہو گیا خطیب صاحب نے ڈرتے جھبکتے دریا میں قدم رکھا اور بولے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا زبان سے بسم اللہ پڑھ رہے تھے لیکن دل

کانپ رہا تھا تھوڑا سا آگے گئے تو گھرے پانی میں گر گئے دیکھتے ہی دیکھتے کئی غوطے آگئے دیہاتی نے رسہ کھینچ کر انہیں باہر نکالا جب ہوش میں آئے تو اسے عقیدت سے دیکھ کر بولے میں تمہارے صدق و یقین کا اعتراف کرتا ہوں یقین و اعتماد نے تمہیں اس منزل پر پہنچا دیا ہے جہاں میں نہیں پہنچ سکتا۔

دوسری حکایت

ایک دفعہ مومن اور کافر کا شیطان آپس میں ملے کافر کا شیطان بھاری بھر کم، پلا ہوا قیمتی لباس میں ملبوس بنا ہوا اور اکڑا ہوا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمان کا شیطان لاغر، بالکل نکا، بھوک سے مرا ہوا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا مرل شیطان نے پوچھا تم اتنے تندرست و توانا کیسے ہو؟ اس نے جواب دیا میں ایک کافر کا ساتھی ہوں جسے پتہ ہی نہیں بسم اللہ کیا ہوتا ہے؟ اس لئے میں اس کے کھانے پینے اوڑھنے جانے آنے اور ہر کام میں شریک ہوتا ہوں اس لئے پلا ہوا اور ہٹا ہوا ہوں۔ لاغر شیطان نے حسرت سے کہا لیکن میرا ساتھی ایک مسلمان ہے وہ جب کپڑے پہنتا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے اس لیے میں نگاہ جاتا ہوں کھانا کھاتا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے اس لئے میں بھوکا رہ جاتا ہوں صبح سے لے کر شام تک اور گھر سے نکلنے کے وقت سے لے کر واپس آنے تک ہر کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھتا ہے اس لئے میں ہر کام میں حصہ دار بننے سے محروم ہو جاتا ہوں نتیجتاً تم دیکھ رہے ہو میں لاغر و کمزور اور بالکل سوکھا ہوا ہوں میرے پاس نہ کچھ کھانے کے لئے ہے نہ پہننے کے لئے نہ سواری کے لئے ہے نہ رہنے اور سونے کے لئے بالکل پردہسی، غریب الدیار، مفلس اور اپاہج نظر آتا ہوں میں بسم اللہ کے تازیانے اور چابک کی وجہ سے کبھی چنپ نہیں سکوں گا اور اسی طرح سہکتے سکتے دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (احیاء العلوم)

بسم اللہ کی برکت

نمرود کی چھوٹی لڑکی نے اس سے کہا تھا کہ اے ابا، ابراہیم (علیہ السلام) کو

مجھے دیکھنے دے کہ ان کا آگ میں کیا حال ہے، چنانچہ اس نے جو دیکھا تو صحیح و سالم نظر آئے، اس نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو آگ جلاتی کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جس کی زبان پر ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہو اور دل میں خدا کی معرفت ہو اس کو آگ نہیں جلایا کرتی، وہ بولی آپ کے پاس میں بھی آنا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا تو کہہ لا الہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ اس نے کہا اور اس پر بھی آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوئی، جب وہ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر آئی، اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا، اس نے حکم دیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین سے باز آ جا، وہ نہ مانی اس پر اس کو بڑی سخت سزا دی، اللہ کا جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ انہوں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جا کر پہنچا دیا، چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کے ساتھ عقد کر دیا اور اس کے بطن سے بیٹا پیدا ہوئے۔

سانپ کا زہر باطل ہو گیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شخص پر گزر ہوا جو بڑے بھاری سانپ کا شکار کرتا تھا، اس سانپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے نبی! اس سے کہہ دیجئے کہ مجھ میں بڑا قاتل زہر ہے، آپ نے اس کو منع کیا وہ نہ مانا پھر دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس پر گزر ہوا اس وقت آپ نے فرمایا اے شخص اس کا کیا تو نے سانپ کو پکڑ لیا، یہ کہہ کر سانپ کی طرف نظر کی، اس نے مار سے شرم کے اپنا سراپا ہیم کے نیچے چھپا لیا اور کہنے لگا کہ اے روح اللہ یہ مجھ پر اپنی قوت سے غالب نہیں آیا بلکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بدولت غالب ہوا ہے، بسم اللہ نے میرا زہر باطل کر دیا۔

بڈھے نے پچھاڑ دیا

کسی کافر کا ایک محل پر گزر ہوا جس کے دروازے پر ایک بڈھا اور ایک لونڈی کھڑی تھی، کافر نے کہا کہ میں لونڈی کو لے لوں اور بڈھے کو مار ڈالوں، چنانچہ دونوں

میں کشتی ہوئی۔ بڑھے نے اس کو کئی بار پچھاڑ دیا اور اس کے ہونٹ ہلے جاتے تھے، کافر نے پوچھا کیا پڑھتا ہے جو تیرے ہونٹ ہلے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہوں، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ بھی بسم اللہ پڑھنے لگا، اس کے بعد اس بڑھے کا انتقال ہوا اور لوٹدی اور محل اس کے قبضے میں آ گیا۔

اللہ کا نام میرے پیٹ میں ہے

ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ ایک بار میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور وہ نشے میں تھا، میں نے اسے مارا تو وہ وہاں سے الٹا پھر اور پانی میں گر کر ڈوب گیا، جب اسے دفن کر چکا تو اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ تو مرا تو نشے کی حالت میں تھا اور پھر جنت میں ہے یہ کیا مزا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، یہ تو سچ ہے لیکن جب میں تیرے پاس سے چلا آیا تھا اس وقت میری نظر ایک ورق پر پڑی جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی، میں اس کو نگل گیا تھا، پھر جب میرے پاس منکر و نگیر آئے اور مجھ سے سوال کرنے لگے، میں نے انہیں جواب دیا کہ تم مجھ سے سوال کیسے کرتے ہو حالانکہ اس کا نام میرے پیٹ کے اندر موجود ہے، اس پر ایک منادی نے آواز دی کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے میں نے اسے بخش دیا۔

بسم اللہ سے پرورش

مکہ میں ایک شخص تھا جو ہمیشہ روزہ رکھا کرتا تھا اور اس کو کبھی کسی نے کھاتے پیتے نہ تھے، ہاں اتنا ضرور کرتا تھا کہ افطار کے وقت جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیکھ لیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوا اور غسل دینے والے نے نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی تھی، اس پر اس کو تعجب ہوا، ہاتھ نے آواز دی کہ کچھ تعجب نہ کر بسم اللہ سے ہم نے اس کی پرورش کی رحمانیت سے اس کو بخشا اور رحمت سے اس کو توفیق دی۔

پانچواں باب

بسم اللہ کے چند اہم وظائف
اور بعض خواص مجربہ

مشکل کام کو آسان کرنے کے لئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشکل کام آسان کرنے کی دعا
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور فرماتے ہیں کہ بِسْمِ اللہِ ہر رنج کو دور کرتی ہے
اور دل کو خوش کرتی ہے۔ (فضائل بسم اللہ، ص ۱۶)

اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے

جو شخص ۷۸۶ (سات سو چھیالیس) مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سات
دن تک روزانہ پڑھے گا اور پھر اپنے مقصد کے لئے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس
کا مقصد پورا فرمائیں گے۔ (قرآنی علاج، ص ۲۳)

ہر آفت و مصیبت سے حفاظت

جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو ۳۱۱ مرتبہ بِسْمِ اللہِ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ
شخص ہر بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ (قرآنی علاج، ص ۲۴)

بسم اللہ لکھنے کا فائدہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص ۵۶ مرتبہ بِسْمِ اللہِ الرحمن الرحیم لکھ
کر اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے عزت دیں گے اور کوئی آدمی (اللہ تعالیٰ کے حکم
سے) اسے نہیں ستائے گا۔ (تفسیر موضح القرآن، ص ۶)

جو شخص بِسْمِ اللہِ الرحمن الرحیم چھ سو مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو
لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت ہوگی اور کوئی اس کے ساتھ برابر تونہیں کرے گا۔

ذہن کھلنے (قوت حافظہ) کے لئے

۷۸۶ مرتبہ بِسْمِ اللہِ الرحمن الرحیم پڑھ کر پانی میں دم کر کے آفتاب
غروب ہونے کے وقت پلائیں تو ذہن کھل جائے گا۔

محبت کے واسطے

۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پانی میں دم کر کے جس شخص کو پلائیں تو اس کے دل میں اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ (ناجائز کاموں میں استعمال کریں گے تو عذاب کا خطرہ ہے)

اولاد کے زندہ رہنے کے لئے

جس عورت کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم (۶۱) مرتبہ لکھ کر تعویذ بنا کر پاس رکھے تو بچے زندہ رہیں گے۔

کھیتی میں برکت اور حفاظت

۱۰۱ مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کاغذ پر لکھ کر کھیت میں دفن کر دیں تو کھیتی تمام آفات سے محفوظ رہے گی اور اس میں برکت بھی ہوگی۔
بسم اللہ کا تعویذ ہر قسم کے بخار، نیز شکستہ، قرض وغیرہ کی پریشانی سے نجات پانے کے لئے مفید ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر گلے یا دائیں بائیں ہاتھ میں باندھنا یا ٹوپی میں رکھ کر پہننا چاہیے۔

ضروری کاموں کی تکمیل

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اعمال قرآنی میں لکھا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ جب ایک ہزار بار ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لئے دعا کرے۔ پھر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر اسی طرح دو رکعت پڑھے اور دعا مانگے۔ غرض اسی طرح بارہ ہزار مرتبہ ختم کرے انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ اللہ ہمیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی برکات

حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (دوسرے قرآن، ص ۱۵۷، ج ۱)

سفر اور تجارت کی کامیابی کے لئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال و بامراد رہو یعنی تمہارا سفر باظفر ہو اور تمہارا سامان زیادہ ہو جائے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، بے شک میں ایسا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی آخری پانچ سورتیں سورۃ کافرون، سورۃ نصر، سورۃ اخلاص، سورۃ قلن و سورۃ ناس کو پڑھا کرو، اور ہر سورۃ کو بسم اللہ سے شروع کرو اور بسم اللہ ہی پر ختم کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عمل سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ سفر میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد خستہ حال ہوتا تھا۔ جب سے رسول ﷺ کی اس تعلیم پر عمل کیا میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔ (تفسیر مظہری بحوالہ ابو یعلیٰ)

چھ مرتبہ بسم اللہ پانچ سورتیں پڑھ کر گھر سے نکلا کریں۔

(معارف القرآن ص ۱۲۳۸ ج ۸)

سوزاک کے علاج کے لئے

جو شخص سوزاک کے مرض میں مبتلا ہو وہ نماز کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے "بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا هو الرحمن الرحیم"

ازالہ ہڈیان کے لئے

بعد نماز فجر مریض کے سر پر دابتا ہاتھ پھیرتے ہوئے سات بار یہ دعا پڑھی جائے "بسم اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم"

چوری و شیطانی اثرات سے حفاظت

سونے سے قبل اکیس مرتبہ بِسْمِ اللہ پڑھے تو چوری اور شیطانی اثرات سے اور اچانک موت سے محفوظ رہے گا۔

ظالم پر غلبہ پانے کے لئے

کسی کے سامنے بِسْمِ اللہ پچاس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ظالم کو مغلوب کر کے اس کو غالب کریں گے۔

ظالم حکام کے شر سے بچنے کے لئے

بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم کسی کاغذ پر پانچ سو مرتبہ لکھے اور اس پر ڈیڑھ سو مرتبہ بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، پھر اس تعویذ کو اپنے پاس رکھے تو حکام مہربان ہو جائیں گے اور ظالم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

جنات سے حفاظت

جو شخص پاخانہ جاتے وقت بِسْمِ اللہ پڑھے جنات اس کا ستر نہ دیکھ سکیں گے۔

ساتوں اعضاء پر آگ حرام ہو جاتی ہے

انسان کا پورا جسم، سر، سینہ، پشت، دو ہاتھ اور دو پاؤں پر مشتمل ہوتا ہے انہیں اعضاء سبعہ یعنی سات اعضاء کہتے ہیں بِسْمِ اللہ شریف کی یہ تاثیر ہے کہ جو شخص ایک لاکھ بار بِسْمِ اللہ پڑھے لیتا ہے وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتوں اعضاء کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

دولت مند بننے کا نسخہ

گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللہ اور اس کے بعد سورۃ اخلاص پڑھ لی

جائے تو انسان کے دن پھر جاتے ہیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند بن جاتا ہے۔

سو حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرنے کا نسخہ

اگر مندرجہ ذیل دعا ایک سو بار پڑھ لی جائے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کی ایک سو ضرورتیں اور حاجتیں پوری فرماتا ہے بیس دنیا کی اور آسمانی عقلی کی دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم

نیکوں کا خزانہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:
”وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کر جب تک تو فارغ نہیں
ہوگا فرشتے حیرے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔“

سخت مصیبت میں آسانی کے لئے

تفسیر عزیزی میں ہے کہ جس شخص کو کوئی سخت مصیبت پیش آجائے تو وہ
بسم اللہ بارہ ہزار دفعہ اس طرح پڑھے کہ ایک ہزار بسم اللہ پڑھ کر دو رکعت نفل
پڑھے پھر ہزار پر دو نفل پڑھتا جائے اس کے بعد دعا مانگے انشاء اللہ اس کی دعا قبول
ہوگی۔

ہر مشکل اور ہر حاجت کے لئے

(۱) جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ
ہر ایک ہزار پورا کرنے کے بعد درود شریف کم از کم ایک مرتبہ پڑھے، اور اپنے مقصد کے
لئے دعا مانگے، پھر ایک ہزار اور اسی طرح پڑھ کر مقصد کے لئے دعا کرے، اسی طرح
بارہ ہزار پورے کر دے تو انشاء اللہ ہر مشکل آسان اور ہر حاجت پوری ہوگی۔

(۲) بِسْمِ اللّٰہ کے حروف کے عدد سات سو چھیاسی ہیں، جو شخص اس عدد کے موافق سات روز تک متواتر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرے، اور اپنے مقصد کے لئے دعا کرے، انشاء اللہ تعالیٰ مقصد پورا ہوگا۔

تسخیر قلوب

جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم کو چھ سو مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت و عزت ہوگی، کوئی اس سے بدسلوکی نہ کر سکے گا۔

چوری اور شیطانی اثرات سے حفاظت

سونے سے پہلے اکیس مرتبہ پڑھے تو چوری اور شیطانی اثرات سے اور اچانک موت سے محفوظ رہے۔

ظالم پر غلبہ

کسی ظالم کے سامنے پچاس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو مغلوب کر کے اس کو غالب کر دیں گے۔

حکام کے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی کاغذ پر پانسو مرتبہ لکھے اور اس پر ڈیڑھ سو مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے پھر اس تعویذ کو اپنے پاس کر رکھے تو حکام مہربان ہو جائیں، اور ظالم کے شر سے محفوظ رہے۔

دوسرے کے لئے

اکیس مرتبہ لکھ کر دروازے کے گلے میں یا سر پر باندھ دیں، تو درد سر جاتا رہے۔
بسم اللہ کی خاصیات اور برکات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند بقدر ضرورت لکھی گئیں، واللہ المستعان وعلیہ التکلیل۔

چھٹا باب

احکام و مسائل بسم اللہ

مسئلہ ۱: بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ قرآن مجید کی ایک مستقل آیت ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک سورہ نمل میں تو ایک آیت کا جزء ضرور ہے، کوئی مستقل آیت نہیں، بلکہ دوسورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لئے بار بار نازل ہوئی ہے، اسی اختلاف کے پیش نظر فقہاء رحمہم اللہ نے یہ احتیاطی حکم دیا ہے کہ تعظیم و تکریم کے جتنے احکام آیت قرآنی کے متعلق ہیں، مثلاً بے وضو اس کو چھونا جائز نہیں ان سب احکام میں بسم اللہ کا وہی حکم ہے جو تمام آیات قرآن کا ہے، لیکن اگر کوئی شخص نماز میں قرأت کے بجائے صرف بسم اللہ پر اکتفا کرے تو نماز نہ ہوگی۔ (قنطرہ بحوالہ مجتہبی و محیط)

مسئلہ ۲: فقہاء کی تصریح ہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ پورا قرآن ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے یہاں تک کہ ایک آیت بھی چھوٹ گئی، تو سنت ادا نہ ہوگی، اس لئے امام کو چاہئے کہ پورے مہینہ کی تراویح میں کسی روز کسی جگہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کو جبراً بھی پڑھ دے، تاکہ یہ آیت پڑھنے اور سننے دونوں میں آکر بلا خلاف قرآن مکمل ہو جائے۔

مسئلہ ۳: نماز کی ہر رکعت کے شروع میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ اور دوسرے بہت سے ائمہ کے نزدیک واجب ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے۔ (شرح منیہ)

اسی لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہئے، اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔

مسئلہ ۴: سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملائے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سنت نہیں ہے اس لئے ترک اولیٰ ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی جبری نمازوں میں ترک ہی اولیٰ ہے مگر سنی نمازوں میں پڑھنا اولیٰ ہے۔ (کبیری شرح منیہ)

مسئلہ ۵: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور دوسری

سورت کے درمیان بِسْمِ اللّٰہ آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۶، ۱۸۹ ج ۱)

مسئلہ ۶: بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کے نزدیک بِسْمِ اللّٰہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے۔ کوئی سورت کا جز نہیں مگر سورۃ نمل میں جو بِسْمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم ہے وہ اسی سورت کا جز ہے۔

اسی لئے علماء کرام نے لکھا ہے بِسْمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم کا احترام بھی اتنا ضروری ہے جتنا قرآن کریم کا اور جس طرح قرآن کریم کا بغیر وضو کے لکھنا اور پکڑنا جائز نہیں اسی طرح بِسْمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم کا لکھنا اور جس کاغذ پر بِسْمِ اللّٰہ لکھی ہو اس کا پکڑنا بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: تراویح میں پورا قرآن کریم ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے اور چونکہ بِسْمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے اس لئے ایک مرتبہ اسے بھی زور سے پڑھنا چاہیے تاکہ قرآن کریم پڑھنے اور سننے والوں میں سب کا مکمل ہو جائے۔

مسئلہ ۸: جانور کو ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر جان بوجھ کر بِسْمِ اللّٰہ چھوڑ دی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا گوشت حرام ہوگا۔

(معارف القرآن، ص ۳۴۳ ج ۳)

مسئلہ ۹: جانور ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۰: بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا وضو سے پہلے سنت ہے۔ (ہدایہ ص ۱۵ ج ۱)

اس کے کئی الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں:

(۱) بِسْمِ اللّٰہ والحمد للّٰہ۔ (مجمع الزوائد ص ۲۲۰ ج ۱ بحوالہ

طبرانی فی الصغیر اسنادہ حسن)

(۲) بِسْمِ اللّٰہ۔ (کنز العمال ص ۱۱۸ ج ۹)

(۳) بِسْمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ (دار قطنی ص ۷۱ ج ۱ نسائی

ص ۲۲۵ ج ۱ سنن بیہقی ص ۱۴۳ ج ۱۔ کبیری ص ۲۱۔ شرح نقایہ ص ۵ ج ۱)

(۴) بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِيْنِ الْاِسْلَام۔ یہ الفاظ صحیح

مرفوع روایت سے ثابت نہیں البتہ بقول ابن ہمام فقہاء کرام سے مقبول ہیں۔

(فتح القدیر ص ۱۱۴ ج ۱)

مسئلہ ۱۱: اگر وضو کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ کہنا بھول گیا تو درمیان میں کہنے سے سنت ادا نہ ہوگی کیونکہ پورا وضو عمل واحد ہے برخلاف کھانے کے کہ اس کا ہر لقمہ اور ہر ہر گھونٹ الگ الگ عمل ہے، وہاں سنت ادا ہو جائے گی۔ (مکبیری ص ۶۶۔ وکذا ابن

الہمام فی فتح القدیر ص ۱۱۵ ج ۱)

مسئلہ ۱۲: بعض لوگ وضو سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں اس کے پڑھنے کا حکم نہیں ہے، خلاف سنت ہے۔

مسئلہ ۱۳: میت کو قبر میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ

اللّٰهِ (علیہ السلام) پڑھنا چاہیے۔ (ترمذی و ابوداؤد وغیرہ) (عین الہدایہ ص ۷۲۷ ج ۱)

مسئلہ ۱۴: ننگے ہو کر بیت الخلاء میں پہنچ کر بسم اللہ پڑھنا منع ہے۔

مسئلہ ۱۵: نمازی نماز میں جب کوئی سورۃ پڑھے تو آہستہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا

مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۶: جو جائز کام بھی بغیر بِسْمِ اللّٰهِ کے شروع کیا جائے گا اس میں

برکت نہ ہوگی۔

اللہ پاک ہر ایک کو بِسْمِ اللّٰهِ کی قدر نصیب فرمائیں اور اپنی مرضیات کی اور حبیب پاک ﷺ کی مبارک اور نورانی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا آسان فرمائیں اور ہر ایک کو اپنے اپنے وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرمادیں اور ہمارے والدین کی، اساتذہ کی اور پوری امت کی مغفرت فرمادیں۔ ہماری نسلوں کے ایمان کی حفاظت فرمادیں۔ آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ وسلم تسلیما کثیراً کثیراً کثیراً۔

کیا ۷۸۶۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا بدل ہو سکتا ہے؟

سوال: آج کل خطوط لکھتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بدلہ میں ۷۸۶ لکھا جاتا ہے تو کیا یہ عدد بسم اللہ کا بدل ہو سکتا ہے اور کیا بسم اللہ کی طرح اس کا ادب بھی ضروری ہے؟

الجواب: ہر چھوٹے بڑے کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کی تاکید اور فضیلت بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ سے کام شروع کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام جو خط لکھا تھا اس کی ابتدا بسم اللہ سے کی تھی، قرآن کریم میں ہے ”اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنٍ وَّ اِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جن بادشاہوں کے نام جو خطوط تحریر فرمائے تھے ان کے شروع میں بھی بسم اللہ لکھی ہوئی تھی۔

ایک مشہور حدیث میں ہے جو کوئی اہم کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ کام ادھر اور یعنی بغیر برکت کا ہوگا۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھا کرو۔ (غنیۃ الطالبین)

اس لئے خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھنا سنت ہے۔ ۷۸۶ لکھنے سے بسم اللہ لکھنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ لہذا اصل سنت تو یہی ہے کہ بسم اللہ لکھا جائے۔ باقی خطوط کو ادھر ادھر جہاں چاہے پھینکنے سے بسم اللہ کی بے ادبی ہوگی اور لکھنے والا بھی اس بے ادبی کے گناہ میں شامل ہوگا اس لئے مناسب یہ ہے کہ سنت ادا کرنے کے لئے زبان سے پڑھ لیا جائے، لکھا نہ جائے۔

۷۸۶ لکھنے سے سنت ادا نہیں ہوگی البتہ اگر لکھ لیا جائے تو بعض حضرات اسے بسم اللہ کا عدد بتاتے ہیں اس لئے اس کی بھی بے حرمتی نہ ہو، اس کا خیال رکھا جائے۔ (مفتی اسماعیل وازی والا، دار الافتاء جامعہ حسینیہ رانندیر، سورت، گجرات، انڈیا)

تمت بالخیر

دین اسلام اور حضور اقدس ﷺ کی قولی و عملی تعلیمات نے انسان کی ہر نفس و حرکت اور ہر وقت اور ہر مقام کے لیے اگر اللہ کی تلقین کی ہے اور اپنے مختصر پہلے سکھادیے کہ ان کے پڑھنے سے نہ کسی دنیوی کام میں غفلت آتا ہے اور نہ پڑھنے والے پر کوئی محنت پڑتی ہے اور وہ اس عمل سے ہمہ وقت ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ دین اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ ہر کام اور ہر نفس و حرکت کو **بسم اللہ** سے شروع کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے تو لا و معاً اس کی تعلیم دی ہے تاکہ اس سے ہزاروں برکات و ثمرات حاصل کیے جاسکیں گویا بسم اللہ ایک کیویا ہے جو خاک کو سونا بنا دیتی ہے۔

زیر نظر کتاب **”بسم اللہ کے فضائل و برکات“** میں تعویذ کی تفسیر و تشریح، متعدد تعویذات انبیاء و صالحین کا طریقہ تعویذ، بسم اللہ کی تفسیر، انفرادی و نکات، صحابہ کے اقوال، تسبیح کے فضائل و برکات، مختلف کاموں سے پہلے تسبیح سے متعلق چند عجیب و غریب حکایات، بسم اللہ کے چند اہم وظائف اور بعض خواص مجربہ اور احکام و مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ہر فرد بسم اللہ کی حقیقت جان لے تو معاشرے سے بدی کے جرائم خود بخود ختم ہو جائیں۔

کتاب ظاہر و باطنی فواید سے مالا مال اور دائمی کامیابی کے حصول کے لیے بہترین نسخہ ہے۔

E-mail: shahid@pk.net.pk
shahid@cyber.net.pk

بسم اللہ کے فضائل و برکات



DIU-0624